تاریخِ کشتواڑ

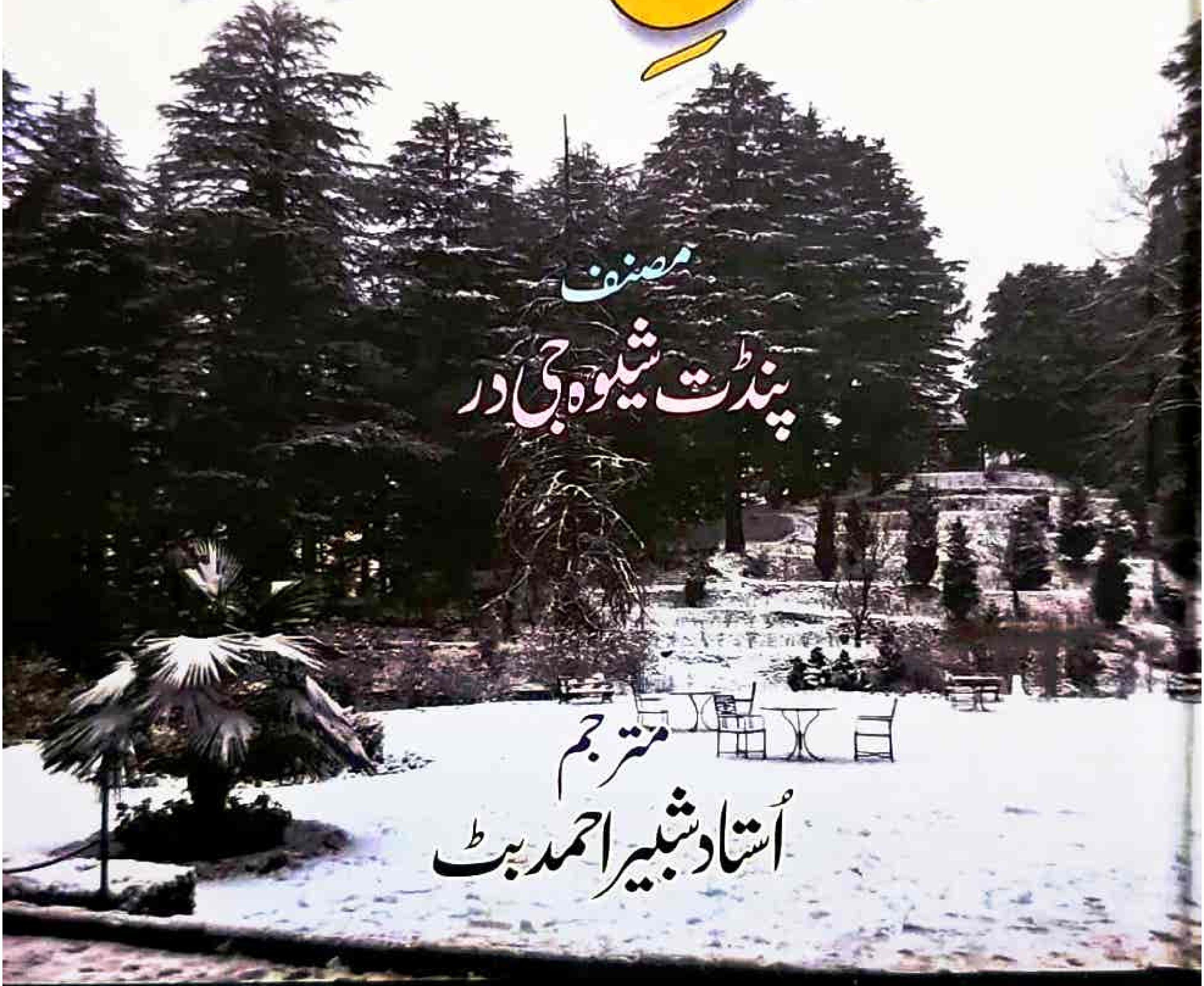

مصنف

پنڈت شیوہ جی در

مترجم

اُستاد شبیر احمد بٹ

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب

سرینگر کشمیر

DR. Mujtaba Ahmad Dev

ڈاکٹر مجتبیٰ احمد دیو

تاریخِ کشتواڑ

مُجتبیٰ

تاریخِ کشتواڑ

مصنف

پنڈت شیوہ جی در

مترجم

اُستاد شبیر احمد بٹ

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب
مدینہ چوک، گاؤ کدل، سرینگر
ریزیڈنسی روڈ سرینگر، کشمیر

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

پیشگی تحریری اجازت کے بغیر اس کتاب کے کسی حصے کی نقل، کسی قسم کی ذخیرہ کاری جہاں سے اسے دوبارہ حاصل کیا جاسکتا ہو یا کسی بھی شکل میں اور کسی بھی ذریعے سے ترسیل نہیں کی جاسکتی۔

نام کتاب	:	تاریخِ کشتواڑ
مصنف	:	پنڈت شیوہ جی در
مترجم	:	اُستاد شبیر احمد بٹ
سنہ اشاعت	:	۲۰۱۵ء
صفحات	:	۱۰۶
تعداد	:	۱۱۰۰
زیرِ اہتمام	:	شیخ اعجاز احمد

ISBN: 978-81-8339-274-7

پبلشر

شیخ محمد عثمان اینڈ سنز تاجرانِ کتب

مدینہ چوک، گاؤ کدل، سرینگر کشمیر

تقسیم کار

گلشن بکس

ریزیڈنسی روڈ سرینگر، کشمیر

www.gulshanbooks.com

ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی ہو تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (پبلشر)

انتساب

یہ کتاب میں اپنی والدین اور عزیز اقربا کے نام کرتا ہوں
جن کے پیار اور محبت سے میں مستفید ہوا ہوں

استاد شبیر احمد بٹ

کبھی اے نوجوان مسلم! تدبر بھی کیا تو نے ۔۔۔ وہ کیا گردوں تھا، تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں ۔۔۔ کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

تمدن آفرین، خلاقِ آئین جہان داری ۔۔۔ وہ صحرائے عرب، یعنی شتر بانوں کا گہوارا

سماں اَلفَقرُ فَخرِی کا رہا شان امارت میں ۔۔۔ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را[۱]

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے ۔۔۔ کہ منعم[۲] کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشین کیا تھے ۔۔۔ جہاں گیر و جہان دار و جہانبان و جہان آرا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں ۔۔۔ مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارا

تجھے آبا سے اپنی کوئی نسبت ہو نہیں سکتی ۔۔۔ کہ تو گفتار، وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ۔۔۔ ثریا سے زمیں پر آسمان نے ہم کو دے مارا

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی ۔۔۔ نہیں دنیا کو آئینِ مسلم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی ۔۔۔ جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا[۳]

"غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن

کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را"[۴]

اقبالؔ

۱۔ [illegible] بخشنے والا [illegible] تیس حصوں میں تقسیم (قرآن کے تیس پاروں کو بھی کہتے ہیں) ۴۔ یہ شعر غنی کشمیری کی غزل کا آخری شعر من و عن نقل کیا گیا ہے۔

مندرجات

شمارہ	عناوین		صفحہ نمبر
01	پیش لفظ	ڈاکٹر جہانگیر اقبال تانترے	--
02	مقدمہ	استاد شبیر احمد بٹ	۱
03	اظہار تشکر		۱۵
04	تاریخ کشتوار		۱۹
05	ملک کشتواڑ کے حالات کے بیان میں (جغرافیہ)		۲۳
06	کشتواڑ شہر کی کیفیت کے بیان میں (آبادی)		۳۳
07	منڈل علاقے کے گاؤں کے بیان میں		۳۳
08	اجناس کی قسموں کے بیان میں		۳۴
09	جاترہ کی وضاحت		۳۸
10	علاقوں کے بڑے دنوں اور پہننے کے احوال کے بیان میں		۴۱
11	ملک کشتواڑ کے حالات کے بیان میں (وجہ تسمیہ اور سیاست)		۴۳
12	پادشاہی فرمان		۶۱
13	سپاہیوں کے قوانین		۷۵
14	اہل کاروں کے قوانین		۷۶
15	حواشی		۸۸
16	ضمیمہ		۹۲
17	فرہنگ		۹۶

پیش لفظ

تاریخ نویسی ایک ایسا فن ہے جس میں ہر دور اور ہر زباں میں لوگوں نے اپنے جوہر آزمائے۔ تاریخ نویسی کا باضابطہ طور سے رواج اسلامی مملکتوں سے شروع ہوا۔ اسلامی حکومتیں بنیادی طور پر قرآن مقدس اور احادیث نبویؐ پر منحصر ہوتی تھیں۔ خود قرآن مقدس جہاں بے پناہ جہتوں کا حامل ہے وہاں تاریخی اہمیت بھی رکھتا ہے۔ ہزاروں تاریخی واقعات اور دل دہلا دینے والے قدیم قوموں کے ذکر اور انکے انعامات اور عذابات موجود ہے۔

عرب کے بعد ایران اسلام اور تصوف کا مرکز بنا جس کی وجہ سے فارسی زبان کا دائیرہ بھی وسیع ہوا اور موضوعات کی تنوع بھی پیدا ہوئی۔ یہ علاقہ سیاسی ،سماجی، اقتصادی اور معاشی طور سے بدل گیا اور مخلوط تہذیب وجود میں آئی جسکا براہ راست اثر فارسی ادب پر پڑا۔ ایران کے بعد علماء، ادبا اور شعرا کا مرکز ھندوستان بنا جہان وقتاً فوقتاً انہوں نے ہجرت کر کے اس زبان و ادب بالخصوص دین اسلام کی ترویج کی۔ بلکہ کچھ حضرات تو صرف حکومت کے غرض سے یہاں آئے۔ مگر ان کی آمد سے فارسی زبان وادب کو یہاں کے تہذیب وتمدن کے امتزاج سے ایک نیا رنگ وجود میں آیا جسکو بعد کے محققوں نے سبک ھندی کا نام دیا نے بہت رواج پایا۔ یہ دور فارسی ادب خاص کر تاریخ نویسی کا سنہرا دور مانا جاتا ہے۔ تیموری تو نازک مزاج تھے اپنے

متقدمین کے احوال رقم کروانے میں لاکھوں روپے خرچ تھے اور فخر محسوس کرتے تھے ۔ جس کے بہترین نمونے ائین اکبری، پادشاہ نامہ، تزک جہانگیری، منتخب التواریخ، تاریخ کشمیر وغیرہ کے نام سے مشہور ہے۔

کشمیر کو ایران صغیر نہ صرف یہاں کے آبشاروں کوہساروں، میدانوں، مرغزاروں، جھرنوں، چشموں، پھولوں، پھلوں، موسموں، پرندوں وآب و ہوا کی ہم آہنگی کی وجہ سے کہا جاتا ہے بلکہ کشمیر بھی ایران کی طرح فارسی علم وادب کا گہوارہ تھا۔ یہ بات درست ہے کہ کشمیر میں فارسی زبان وادب مبلغین اسلام اور اولیاء العظام کی فیوض و برکات کی وجہ سے آئی ہے مگر یہ اس زبان وادب کی وسعت ہے کہ یہاں کشمیر میں ہر طبقہ نے اس کو سینے سے لگایا۔ مختلف ادوار میں فارسی زبان وادب کو کشمیر میں بہت ترویج ملی۔ کشمیر میں جن مبلغین نے اسلام کی ترویج کی ان کا ذریعہ کلام فارسی ہی تھا گویا بہ الفاظ دیگر کشمیر میں اسلام فارسی زبان کی وجہ اور وسیلے سے پہنچا۔ اس کے علاوہ وہ حضرات جو حلقہ بہ اسلام نہیں ہوئے انھوں نے بھی اس زبان میں مہارت حاصل کی۔ ہزاروں غیر مسلم شعرا، مورخین اور مصنفین نے اس زبان کو ذریعہ اظہار بنایا اور صحیفۂ ہستی میں اپنا نام روشن کیا۔ ان ہی حضرات میں پنڈت شیو جی در بھی ہیں جنھوں نے کشتوار کی تاریخ کو فارسی میں لکھ کر فارسی کے مشہور مورخین میں اپنا نام رقم کروایا۔

پنڈت شیو جی در کشمیر کے ایک اعلیٰ پایہ ادیب اور سیاسی اثر ورسوخ والے شخص تھے جنھیں مہاراجہ کے خاندان کے ساتھ اچھے روابط تھے۔ اسی وجہ سے انھیں کشتواڑ میں وزیرزراعت اور مال کے عہدے پر فائز کیا تھا۔ Administrative کام کاج کے علاوہ انھیں فارسی، عربی اور دوسری علاقائی زبانوں کے علم وادب پر بڑا عبور حاصل تھا۔ پنڈت شیو جی در کی تاریخ پیدائش کسی تذکرے یا کتاب میں ماخوذ نہیں ہوسکی البتہ کچھ مورخین نے اندازہ لگایا ہے کہ غالبًا 1850ء میں پیدا ہوا اور انکی وفات 1925ء میں ہوئی تھی۔ پنڈت موصوف نے دوران قیام کشتواڑ وہاں کے تمام حالات وواقعات جو اس سے قبل رقم نہیں ہوئے تھے اُنکو لکھنے کی کوشش کی یہ تمام واقعات سینہ بہ سینہ چلے آرہے تھے حالات اور واقعات کا موقع پر جا کے تشخیص بھی کی تھی اور پھر اسے تاریخ کا جامع پہنچایا۔ مورخ نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ کچھ واقعات کے بارے میں مجھے وثوق سے علم نہیں ہے البتہ جو کچھ لوگوں سے سنا ہے اسے من وعن بیان کیا ہے۔ چونکہ اس سے قبل اس علاقے کے بارے میں کوئی کتاب یا تاریخ رقم نہیں ہوئی تھی اس نوعیت کی یہ سب سے پہلی کتاب تھی۔ اس کتاب میں مورخ نے کشتواڑ کی سیاسی، سماجی، ثقافتی، فنی، ادبی، معاشی، لسانی اور جغرافیائی حالات و واقعات کو بیان کیا ہے۔ اس علاقے کے قدیم بادشاہوں کے قصے، ان کی جنگیں۔ یہاں کے بھوت پریت، یہاں کے جادوٹونے، جنتر منتر کے بارے میں بھی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ کشتواڑ ایک پہاڑی علاقہ ہے جو اُونچے اُونچے برفیلے پہاڑوں سے ڈھکا ہے۔ چراگاہیں، ندیاں، نالے، پہاڑ اور درے یہاں کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتی ہے۔ ان تمام اوصاف کو بہت ہی وضاحت اور فصاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اس علاقے کے پالتو جانور،

حیوانات، چرند، پرند اور زمینی صورت حال مخصوصاً جامہ بندی کا اور گرد آوری کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ یہاں کے لوگ، ان کی قومیں اور ذاتیں ان کی زبانیں، رواجات، تہذیب وتمدن ایسی رواداری اور مظالم دونوں کو ظاہر کیا ہے۔

اس کتاب کا انداز نگارش شروع میں علامہ ابوالفضل جیسا ہے۔ عبارت کو بہت فصاحت اور الفاظ کا استعمال بہت تکلفاتی ہے۔ گرچہ کتاب فقط ساٹھ ستر صفحات پر مشتمل ہے مگر اطلاعات بہت ہی فایدہ مند ہیں۔ آخر میں یہاں کے شعرا جو بھاگا، لوکل اور دوسری علاقائی زبانوں میں شعر کہتے تھے ان کا ذکر بھی آیا ہے۔ کتاب کے شروع سے بعد کا حصہ بہت ہی سادہ اور رواں ہے۔ مورخ نے عربی زبان کے محاورات اور لفاظیت کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ موصوف عربی زبان پر مسلط تھے۔

یہ فارسی زبان کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ جو زبان سات سو سال تک ہماری بول چال اور سرکاری زبان کی حیثیت سے رہی ہے، جس زبان میں ملکی اور غیر ملکی سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی انقلاب کی داستانیں صفحہ قرطاس پر بکھری پڑی ہوں۔ جس زبان میں بہت سے زیادہ اور سب سے حسین ادبی وثقافتی سرمایہ موجود ہو۔ وہ زبان جس نے کئی زبانوں کو جنم دیا ہو۔ وہ زبان جس نے دوسری کئی زبانوں کو الفاظ دے کر غنی بنا دیا۔ آج اسکی خستہ حالی سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آج وہی کشمیر جسے ایران صغیر کہتے ہیں جسکی سیرت اور تاریخ کو اپنی اصلی زبان میں نہیں پڑھ سکتے بہر حال وقت کے نشیب وفراز نے زمانے کو بدل ڈالا سیاسی گرداب نے تہذیب وتمدن اور زبان بھی چھین لی۔ اسلئے اگر کوئی خوش نصیب اپنے گزرے ہوئے کل کے بارے میں لکھنا یا جاننا چاہتا ہوتو اسے فارسی کے ساتھ اردو یا انگریزی زبانوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو وقت کی ضرورت ہے چونکہ عوام الناس اپنی بیش قیمت میراث یعنی فارسی زبان سے غافل ہے۔ اسلئے ان کے لئے اس زبان میں لکھے جانے والے اقتباس کو رائج الوقت زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔

حاضر کتاب ''تاریخ کشتواڑ'' کا اردو ترجمہ میرے بہت ہی عزیز شبیر احمد بٹ جو شعبہ فارسی میں درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کے میدان میں بھی قدم زن ہیں نے بہت ہی محنت اور لگن سے مکمل کیا ہے۔ ترجمہ بہت ہی مشکل فن ہے۔ اس فن میں دونوں زبانوں پر یک وقت عبور ہونا لازمی ہے ساتھ ہی اس زبان میں استعمال شدہ محاورات اور القابات کا فی البدل معنی اور مفہوم بہت ضروری معلوم ہونا چاہیے۔ یہاں مرتب اور مترجم نے بہت ہی کامیابی کے ساتھ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے بلکہ حسب ضرورت اشعار کی تحلیل بھی کی۔ مترجم نے بہت ہی فصیح اور بعض جگہ روانی اور سادہ زبان کا استعمال کیا ہے حسب ضرورت بات کو مزید وضاحت کے لئے اسے Bracket میں آسان لفظوں میں بیان کیا ہے۔ اس کو تاریخی، لسانی اور ادبی اہمیت حاصل ہے۔ اسکے لئے بھی مترجم اور مرتب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اس عمر میں لکھنے پڑھنے کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ جو اس زمانے میں ایک فرسودہ کام جانا جاتا ہے لیکن مترجم نے اسے بہ حسن خوبی قبول کیا ہے۔

بحیثیت استاد مجھے دو طرح کے شکوے ہیں ایک تو ارباب اقتدار سے

جنھوں نے جموں وکشمیر جیسی ریاست، جس کا ادبی اورلسانی ماضی اتنا تابناک رہا ہے کہ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ یہاں پرائمری سطح سے لے کر یونیورسٹی سطح تک عربی فارسی منفی کے برابر ہے گنے چنے کالجوں میں عربی و فارسی پڑھائی جاتی ہے۔ ارباب اقتدار اور محکمہ تعلیم اسکے ذمہ دار ہیں جو زبان علم و ادب، اخلاق و اخوت کا منبع ہے اسی کو ہٹا دیا ہے تو قومی بے راہ روی اور گمراہی تو لازمی ہے۔

دوسرا شکوہ مجھے قارئین سے ہے جو لوگ چائے خانے پر، فلم بینی، پر تمباکو نوشی اور دوسرے فضولیات میں ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں مگر اپنے تہذیب و تمدن اور میراث کے مطابق لکھی جانے والی کتاب کو خریدنا بار گراں محسوس ہوتا ہے۔ مجھے اُمید واثق ہے کہ قارئین اس کتاب کو خرید کر ضرور اچھا استفادہ کریں گے۔

شبیر احمد بٹ کی یہ کتاب تاریخ کشتواڑ کا اردو ترجمہ اس راہ میں ایک مثبت قدم ہے۔ یہ کتاب تمام ادبی اور تاریخی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ خاص کر تاریخ اور ادب فارسی کے ارباب اس کتاب سے زیادہ مستفید ہونگے۔ میرے عزیز شاگرد شبیر احمد بٹ کے تحقیقی وتنقیدی مضامین رسالوں میں چھپ چکے ہیں اور اس سے قبل انکی کتاب تذکرہ شعراء اور عین العرفان بھی منظر عام پر آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ انھیں اس راہ پر ثابت قدم رکھے اور مزید ترقی عطا کرے۔ آمین

ڈاکٹر جہانگیر اقبال تانترے
نوڈل آفیسر شعبۂ فارسی
کشمیر یونیورسٹی

مقدمہ

کشمیر میں تاریخ نویسی کی روایت بہت قدیم ہے جس میں کلہن کی راج ترنگنی کو اولیت حاصل ہے۔ اگر چہ اس سے پہلے بھی سنسکرت زبان میں تاریخیں لکھیں گئیں لیکن انکے اصلی مآخذ آجکل دستیاب نہیں ہیں۔ راج ترنگنی کا ترجمہ انگریزی زبان میں بھی ہوا ہے اور سب سے پہلے ملا احمد کشمیری نے اس کتاب کا ترجمہ فارسی میں کیا ہے۔ چونکہ ملا احمد کشمیری کے زمانے میں سنسکرت کی قدیم کتابیں بھی دستیاب تھیں اسلئے انہوں نے سنسکرت کی قدیم تالیف ''رتناکر پران'' کا بھی مطالعہ کیا اور پچیس ہندی بادشاہوں کا بھی ذکر اس میں کیا ہے۔ اس کتاب کا دقیق مطالعہ غلام حسن شاہ کھویہامی نے بھی کیا اور اسی لئے جا بجا وہ وقایع کشمیر کا حوالہ دیتے ہیں۔ اسکے علاوہ ملا نادری کشمیری نے بھی تاریخ نویسی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ''تاریخ ملا نادری'' شہمیری دور میں مرتب کی۔ اسکے علاوہ اسی دور میں قاضی حمید نے ''تاریخ قاضی حمید'' تصنیف کی جو اس دور کی ایک معتبر تاریخ ہے لیکن آجکل نایاب ہے۔ اسکے بعد انکے بیٹے نے بھی اپنے والد صاحب کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ''تاریخ قاضی ابراہیم'' تصنیف کی۔ یہ کتاب چک دور تک موجود تھی اور آجکل نایاب ہے۔ ''تاریخ رشیدی'' فارسی کی ایک معتبر اور بیش بہا تاریخ ہے جس میں مرزا حیدر دوغلت نے کشمیر کے سیاسی، اقتصادی، سماجی اور معاشی حالات کے علاوہ یہاں کی تہذیب و

تمدن اور ثقافت کا بہترین نقشہ کھینچا ہے۔ اسکے علاوہ مختلف مذاہب اور صوفیائے کرام کے رسم و رواج پر صراحت کے ساتھ بحث کی ہے۔ اسکے علاوہ تاریخ نویسی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے'' تاریخ کشمیر'' از سید علی'' بہارستان شاہی'' مؤلف گم نام۔'' تاریخ کشمیر'' از حیدر ملک چادوڑہ،'' واقعات کشمیر'' از محمد اعظم دیدہ مری،'' منتخب التواریخ'' از نرائن کول عاجز،'' نوادر الاخبار'' از رفیع الدین احمد تالیف ہوئیں۔ اس تاریخ نویسی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ہندو راجاؤں اور وزیروں نے بھی اس پر محنت کی اور نظم و نثر میں کتابیں وجود میں آئیں۔ باغ سلیمان، اکبر نامہ، نور نامہ، خمسہ بہائیہ، شاہنامہ کشمیر ایسی تاریخیں ہیں جو فارسی منظوم میں تحریر ہوئی ہیں۔ گلاب نامہ، راج درشنی، منتخب التواریخ کے علاوہ دیگر ایسی تالیفات وجود میں لائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں نے اس صنف کو برقرار رکھنے کی نہ صرف کوشش کی ہے بلکہ فارسی زبان میں انمول نمونے باقی چھوڑے ہیں۔ تاریخ حسن ان تمام تالیفوں کا ایک مجموئی گلدستہ ہے جس کا ترجمہ اب اردو میں بھی ہو چکا ہے اور انگریزی زبان میں ہو رہا ہے۔

پنڈت شیوہ جی در نے بھی فارسی تاریخ نویسی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے تاریخ کشتواڑ ایک نامکمل مختصر کتاب تالیف کی جس کتاب سے وہ تاریخ نویسی کے صف میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ پنڈت شیوہ جی در سے متعلق دقیق مطالعہ کرنے کے بعد بھی انکی ذاتی زندگی کے متعلق قلیل اطلاعات دستیاب ہوئیں ہیں۔ ان کے تاریخ تولد کے متعلق بھی کوئی یقینی علم نہیں ہے ۱۹۶۲ء میں اس کتاب کے قلمی

نسخوں کو ریسرچ اور پبلی کیشنز محکمہ نے طباعت سے آراستہ کر کے چھاپ دیا ہے جس کے سرورق پر مؤلف کے بارے میں کچھ اطلاعات درج کی ہیں۔ جس سے معلوم ہوا ہے کہ پنڈت شیوہ جی در مہانند جو در کے دوسرے فرزند تھے۔ اس کتاب کے مقدمے کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضع ہو جاتی ہے کہ مؤلف خود کو شیوہ جی پنڈت در کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے ایک نظم تحریر کی ہے جس کے ہر مصرعے کے آغاز میں اپنے نام کے حروف کا استعمال کیا ہے ملاحظہ ہو۔

شنیدم چو احوال این سر زمین
یقینم بخوبی نشد دل نشین
ورق چیدم از قیل و قال چنان
ہوس را گہی رہ ندادم بدان
جلیب چو راندم بر اصل سخن
ید ہمت افراشتم در زمن
پی فکر تاریخ روز و شبان
نکردم بیک لحظ آرام جان
دل از شغل دیگر بہ پرداختم
تمنای این کار در ساختم
دمادم بہ ترتیب این داستان
رسالہ بر آراستم بیگمان

زہر مصرعی حرف گیرای علیم
کنی فہم نامم ز رای سلیم

اس نظم میں شیوہ جی پنڈت در اپنے نام کے حروف کے علاوہ سبب تالیف تاریخ کشتواڑ بھی لکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اس سرزمین یعنی کشتواڑ کے احوال سنے تو یہ سارے واقعات یقینی طور دلنشین نہ ہوئے۔ یعنی مجھے ان واقعات پر پورا اطمنان نہ ہوا۔ پھر میں نے لوگوں سے قیل وقال کیا۔ لوگوں سے اس سرزمین سے متعلق اطلاعات سنے اور کبھی اپنی رائے تالیف کرنے میں نہ دی۔ یعنی جیسا میں نے سُنا ویسا ہی تحریر بھی کیا۔ پھر جب میں تاریخ کو مرتب کرنے لگا تو میں نے کافی زحمت اُٹھائی اور دن ورات محنت کرتے رہے اور آرام وسکون کو چھوڑ کر اس تاریخ کو مرتب کیا۔ اسکے علاوہ اس تاریخ کو مرتب کرتے وقت میں دوسرے کاموں میں مشغول نہ رہا بلکہ اس کتاب کو تالیف کرنے بیٹھا اور ان داستانوں کو مرتب کیا اور ایک بہترین رسالہ آراستہ کیا۔ پھر آخری مصرعے میں کہتے ہیں کہ اے علیم ہر مصرعے سے آپ ایک حرف کو پڑھ لیجئے تو آپ میرے نام کو سلامتی سے سمجھ جاؤ گے۔

اسکے علاوہ چونکہ تاریخ تولد کے بارے میں کوئی یقینی علم نہیں ہے البتہ لکھتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے تقریباً نصف اول میں پیدا ہوئے یعنی ۱۸۵۰ء کے آس پاس پیدا ہوئے ہونگے اور لمبی عمر پاکر ۱۹۲۵ء میں وفات پا گئے۔ اسکے علاوہ چونکہ جس دور میں مؤلف پیدا ہوئے وہ اسلامی ماحول کا دور تھا اور فارسی زبان کے علاوہ عربی زبان کے رسم الخط سے آشنائی کر کے درس وتدریس میں بھی فارسی اور عربی کتب کا

مطالعہ کیا جاتا تھا۔ جس سے اسلامی عقاید ہندؤں میں بھی پھیل گئے ہیں۔ اس بات کا ثبوت اس شعر سے ہمیں ملتا ہے جو انھوں نے مقدمہ میں حمد کرتے ہوئے لکھا ہے شعر ملاحظہ ہو۔

کرد از لفظ کُن جہاں پیدا
عقل در قدرتش شدہ شیدا
کی چو من بی خرد زراہ گمان
یا بد اندر صفات او پایان

یعنی اس شعر میں شیوہ جی پنڈت در کہتے ہیں کہ اللہ نے جہاں کو ''کُن'' کے کہنے سے خلق کیا یہ وہ حروف ہیں جو (سورہ یٰسں) کے آخری رکوع میں مذکور ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب خداوند متعال کو کسی چیز کو خلق کرنا ہوتا ہے تو وہ بس کہتے ہیں کہ ہو جا (کُن) پھر وہ چیز ہو جاتی ہے (فیکون)۔ اس لفظ کو کشمیر کے علاوہ وسط ایشیاء کے بزگذیدہ شعراء نے جا بجا اپنی شاعری میں استعمال کیا ہے۔ اور مزید لکھتے ہیں کہ ھماری عقل اللہ کی قدرت کی طرف مائل ہوئی۔ مجھ جیسا کم عقل گمان سے بھی اُنکے تمام صفات کو بیان کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اس تمام تفصیلات سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں جو تعلیم وتربیت حاصل کی وہ اسلامی معاشرے کی تعلیم تھی اور اُس میں عربی اور فارسی کے علاوہ سنسکرت کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور وہ ان تمام اخلاقی تعلیمات سے بہرہ ور ہوئے۔ اسکے علاوہ وہ ایام جوانی میں سرکاری ملازمت میں شامل ہو گئے تھے اور

سرکاری ملازمت کے ساتھ ہی ساتھ وہ بادشاہوں کے قرب میں رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آخری عمر میں ۱۹۳۸ بکرمی راجہ رنبیر سنگھ کے عہد حکومت میں آپ کو کشتواڑ اور بدرواہ کے علاقے کا وزیر زراعت و مال بنا کر بھیجا گیا۔ اسکے علاوہ جن عہدوں سے آپ سرفراز ہوئے تاریخوں اور تذکروں میں واضح طور اس بات کا کوئی بیان درج نہیں ہوا ہے۔ بلکہ اپنی وزارت کے عہدے پر جلوس کرنے کا بیان بھی انہوں نے اپنی تاریخ کشتوار میں بیان کیا ہے جس کو ثبوت کے طور پر عبدالقادر سروری نے بھی درج کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

''برضمیر منیر اد یبان زمان و خاطر خطیر البیان دوران
پنہان نماند کہ چون من راجی مسمی بہ پنڈت شیوہ جی
در بن مہانند پنڈت در بن گنیش پنڈت در سکنہ خط کشمیر
جنت نظیر از حضور سرکار گردون اقتدار در سال ۱۹۳۸
سنہ بکرمی بخطاب وزیری برحکمرانی ملک کشتوار و بدرواہ
مقرر و مفتجر شدم فرمان واجب الاذعان در باب
ترتیب تاریخ این دیار غر اصدار یافت۔ برطبق آن از
معمران این سواد و مخبران این بلاد استفسار کوائف
حاکمان سلف و رایان خلف نمودم از انجا کہ از اسناد
سابق مانند بی نشان نام ونشانی نداشتند بتمادی ازمنہ
بردالائل السنہ تفاوت بسیار ساخت بیشمار افتاد''۔

جب ہم تاریخ کشتواڑ کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تاریخی اہمیت کی حامل ہے اور اس پر تنقید کی اہم ضرورت ہے۔ یہ کتاب تاریخ کشتواڑ سے متعلق بنیادی سند کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں مصنف کے ہنرمند ہونے کی دلیل اور شواہد بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب کو مؤلف نے سب سے پہلے حمد خداوند سے شروع کیا ہے اور خداوند کے مختلف صفات کا بھی اظہار کیا ہے جس نے سرزمین جہاں کو اپنی قدرت سے آراستہ کیا لوگوں کے لئے اس زمین کو بچھایا آسمان کو ستاروں اور سیاروں سے سجایا۔ سورج اور چاند کو اپنے کام پر لگا دیا تا کہ زمین میں رہنے والے لوگوں کے لئے امن وسکون کی جگہ بھی بنے اور انہی وسیلوں سے انکے روزی روٹی کا سامان بھی میسر ہو جائے۔ ملاحظہ ہو۔

''سپاس بی قیاس مرصانعی رارواست کہ دیبائی ونیای
دوار بہ رای زیبا برای رایان نامدار آراست و بسیط غبر
اسزای سبط بساط نشاط شاہان کامگار پیراست۔ فلک
فلک در بحر روزگار سیار کرد و سیارہ در جوف آن پدیدار
بانخلای انوار مبر ابصار المعۂ ضیاداد و قمر راذرہ قمر اعقل
اولی از حکمت اعلیٰ بکمال رسانید''۔

واضح رہے کہ مصنف نے شاعرانہ طبیعت کی بدولت اس کتاب کو اشعار سے بھی مزین کیا ہے اور آغاز میں حمد خداوند کیلئے بہت کوشش کی ہے کہ خداوند کا شکر اچھے الفاظ میں کیا جائے۔ حمد کیلئے الفاظ کو چن چن کے استعمال کیا اور واقعاً آراستہ کیا

ہے۔ حمد کے بعد اپنے نام اور احوال کے بارے میں تھوڑی سی اطلاع درج کرنے کے علاوہ ''در بیان احوال ملک کشتواڑ'' کے عنوان کے تحت کشتوار کی جغرافیائی حالات کو بھی مختصراً بیان کیا ہے۔ زمین کے جغرافیائی حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کشتواڑ پہاڑوں کے درمیان نالوں اور ندیوں میں منقسم ہے اور چشموں سے لوگوں کو پانی میسر ہوتا ہے اسکے علاوہ برفانی پانی زیادہ ملتا ہے جو پہاڑوں سے نکل کر لوگوں کے لئے میسر ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ اس ملک کی سرحد جنوبی کشمیر کی طرف چار فرسخ برفانی پہاڑی پر حائل ہے اور زبان کے لحاظ سے یہاں اور کشمیر کے رعایا کے درمیان تفاوت ہے۔ یہ نو پرگنوں پر مشتمل ہے۔ اسکے بعد ان پرگنوں اور ملحقہ دیہات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے ساتھ ہی ان پرگنات اور ملحقہ دیہات میں موجود چشموں اور ناگوں کی تفصیل بھی لکھی ہے ملاحظہ ہو۔

''ہتہ وانی نام مثال چشمہٴ باڈر گرم ندارد۔ در آن
سقیمان غسل کردن می توانند و شفایاب می شوند۔ در
پرگنہ ناگ سینی واقع موضع بھانن چشمہ ایست گمانی
ناگ نام مردمان ناگ سینی بگمان آن را جای متبرکہ
می دانند پرستش آن می سازند۔ ہرگاہ روزی بحسب
تقدیر امساک باران باشد یا کثرت باران می شود تا ہر
یکی در آن جا رفتہ قربان بزغالہ بنام آن چشمہ می
سازند ببرکت آن مُرادآن ہا میسر می شود۔ نیز طریقہ

سکنای ناگ سینی این است، روزی کہ زن حاملہ
میزاید فی الفور بر آب سرد رفتہ معہ طفل غسل می کند۔
ببرکت گمانی ناگ اورا ہیچ آفت نمی رسد''۔

چونکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مصنف نے یہاں کے حالات اور علاقوں کا خود دورہ کیا اور یہاں کے رسم و رواج سے نہ فقط آشنائی حاصل کی بلکہ بہت ساری عجیب و غریب چیزوں کا خود معائنہ بھی کیا جس کی تفصیل اس کتاب میں درج کی ہے۔

''بعضی ہا در اغذیہ و اشربہ دوای افسون خواندہ می
رسانند کہ از اکل و شرب آن مثل مفلوج مبتلا می شوند۔
ہیچ علاجی مؤثرش نمی شود پس افسون خوانان این
جا تہالی با نواختہ فسونی می خوانند کہ آن را باری نامند
بجدیب آن شخص بیمار در طرفۃ العین رقص بر پا می
سازند بہمیں منوال تا مدت ہفت روز شعبدہٴ عجیب از
پردہٴ بطون بمنصہ شہود می آرند بعد انقضای مدت معہود
بیمار پر آزار از آلام رہای می یابد۔ راقم بچشم خود معائینہ
این حال کردہ است''۔

مصنف نے اس ملک میں درندوں کی اقسام کا ذکر کیا ہے اور اسکے بعد جانوروں، چرندوں اور پرندوں کا مختصراً ذکر کیا ہے۔ بعد از این کشتواڑ شہر کا محل وقوع بھی پیش کیا ہے۔ منڈل کے اسامیوں کا ذکر بھی کیا ہے اور ٹھاکر قوم، برہمن قوم،

مسلمان قوم، مہاجن قوم، میگان قوم کس کس علاقے میں ساکن ہیں کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اجناس جو اس ملک میں پیدا ہوتے ہیں کا بھی ذکر کیا ہے اور کس علاقے کے لوگ کن چشموں سے پانی کو استعمال کے لئے لیتے ہیں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسکے بعد جاترہ علاقے کی تشریح لکھی ہے اور مختلف علاقے کے لوگوں کے کپڑا پہننے اور زندگی گزارنے کی طریقے پر بھی بحث کی ہے۔ پرگنہ مریوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

''طریقۂ مرد مان مریوہ باضوابطہ و روابطہ روستایان
کشمیر برابراست''۔

مؤلف نے کشتوار کے ملک کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ علاقہ اصل میں ایک آب گیر تھا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سارے زلزلے آئے اور اس ملک میں زمین نمودار ہوئی اور بعد میں دیودار کے درخت پیدا ہوئے۔ اسکے بعد سالہا سال تک ان علاقوں کو ٹھانڑی گوبردن سر کے نام سے جانتے تھے۔ بعد میں شرہ پال نامی فرشتہ صفت شخص نے یہاں مہا کال جی کی پرستش کی اور آہستہ آہستہ یہ علاقہ انسانوں سے آباد ہونے لگا۔ یہاں مہا کال گڈ میں لوگوں نے پرستش کی رسم کو جاری رکھا اور ہن گپت نامی ایک برہمن یہاں رہنے لگا جس کے بعد میں تین بیٹے ہوئے۔ رام داس، رگھناتھ داس اور مرلی داس جو بھیڑ بکریاں پالتے تھے وہ جس علاقے میں رہتے تھے وہاں اسکا نام پوہیہ پڑھ گیا۔ پوہیہ کشتواڑ کی زبان میں بھیڑ کو کہتے ہیں۔ اسکے بعد لکھتے ہیں کہ کشمیر سے دو قوم روتر اور گنائی یہاں منتقل ہوئے اور برہمن قوم کو مار ڈال کر اپنی نسل قائم کردی۔

اسکے بعد مؤلف نے اس ملک کے سیاسی حالات کا تفصیلی ذکر کیا ہے جس کو تاریخی اور سیاسی اہمیت حاصل ہے۔ اس ملک کے حکمرانوں کے حالات کے علاوہ تاریخی لحاظ سے جنگوں کے حالات کا بھی ذکر کیا ہے اور مختلف بادشاہوں کے مختلف علاقوں کو پایہ تخت بنانے کا بھی ذکر کیا ہے۔ جس پر تنقیدی اور تحقیقی طور مزید تحقیق دقت کی اہم ضرورت ہے۔ ہندی راجاؤں کے علاوہ مسلمان بادشاہوں اور مغل حملوں کی بھی پوری تفصیل لکھی ہے۔ فرمان شاہی کے عنوان کے تحت مؤلف نے جہانگیر کا ذکر یوں کیا ہے۔

''سال دوازدھم از سنۂ جلوس جہانگیری مطابق یک ھزار و بیست وھشت ۱۰۲۸ ھجری فرمان عالی شان غرایزا دیافت اگر دلاور خان برسر کشتوار رفتہ کاری نکند توغ وتغارہ کہ بہ مدارج درین مدت عمر حاصل کردہ بہ یک دفعہ از دست دادہ لکدکوب تنزل خواہد شد۔ دلاور خان از استماع این خبر وحشت اثر سراسیمہ گشت باین مقال مترنم بود۔

نظم

دردا کہ درین سوز و گدازم کس نیست
ہمراہ درین راہ درازم کس نیست
در قعر دلم جوہر راز بسی است

اما چہ کنم محرم رازم کس نیست

اسکے بعد مؤلف نے سکھوں کے عہد کا حال بھی تفصیلی طور درج کیا ہے اور بہت سارے سکھوں کے سیاسی حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے ساتھ ہی ساتھ چونکہ اپنی موزوں طبیعت کی وجہ سے عبارت اور حالات کو موثر طور سمجھانے کیلئے منظوم کلام بھی پیش کیا ہے جس سے مصنف کی سلیقہ مندی اور شاعرانہ طبیعت کی عکاسی ہوتی ہے۔

علاوہ ازین مؤلف نے سپاہیوں کے آئین پر بھی روشنی ڈالی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگوں پر کس قسم کے مظالم اور ستم ڈھائے جاتے تھے۔ مؤلف نے مختلف علاقے سے آئے ہوئے لوگوں اور یہاں کے ساکن لوگوں کی فارسی میں شاعرانہ طبیعت کی بھی وضاحت کی ہے اور انکے کلام سے نمونے بھی لئے ہیں۔ شجاع الملک جو لاہور سے بھاگ کر یہاں آیا تھا کی شاعرانہ طبیعت اور تیغ سنگھ کی شاعرانہ طبیعت کی جلوہ نما اشعار ملاحظہ ہو۔

شاہ شجاع الملک	تیغ سنگھ
لب می گونِ یار را عشق است	بادۂ خوش گوار را عشق است
ابر بدست و تار در فریاد	سنبل مشکبار را عشق است
آہ من جا گرفت در دل ماہ	جگرِ داغ دار را عشق است

شاہ شجاع الملک کی طبیعت کے مزید اشعار بھی ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔

گفتم تو گل و حور و پری گفت کہ ہرسہ
گفتم صنم و ماہ و خوری گفت کہ ہرسہ
گفتم کہ چہ دل را بہ نگاہی بر بودی
دزدی دغلی سحر گری گفت کہ ہرسہ
گفتم کہ چنین قامتِ رعنا کہ تو داری
سروی الفی نخل تری گفت کہ ہرسہ
گفتم کہ بآن نطق و لب و لعل شکر ریز
قندی عسلی یا شکری گفت کہ ہرسہ
گفتم بدو گیسوی پریشان سیاہت
و امی رسنی مشک تری گفت کہ ہرسہ
گفتم ز شجاع آنکہ ربودی دل و دانش
حوری ملکی یا بشری گفت کہ ہرسہ

جہاں تک تاریخ کشتواڑ کی سبک نوشتاری کا تعلق ہے۔ اس میں مصنف نے سرآغاز ابوالفضل علامی کا سبک اختیار کیا ہے جس میں مقفع اور مسجع الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے ساتھ ہی جمع والے حروف کو بھی بروئے کار لایا ہے۔ اشعار اور گہرے افکار کی نشاندھی کتاب کے مقدمے کے مطالعے سے ہی واضع ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد جو عبارت مصنف نے تحریر کی ہے وہ سادہ، صاف اور روان ہے۔ فقرے چھوٹے چھوٹے ہیں اور عبارت فارسی زبان سے معمولی شغف رکھنے والے کو بہ آسانی سمجھ آتی

ہے۔ تاریخی لحاظ سے کتاب کو ترتیب دیا ہے لیکن چونکہ مواد کی کمی کی دستیابی نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں بہت ساری خامیاں بھی پائی جاتی ہے۔ عدم ثبوت اور مواد کی وجہ سے مصنف کو تبصرہ یا تشریح کرنے میں دقت درپیش رہی ہے وگرنہ کتاب کے مطالعے سے لگتا ہے کہ مصنف ایک ضخیم کتاب کو ترتیب دینے کی کوشش میں تھے۔ لیکن چونکہ مصنف خود مختلف علاقوں میں گئے ہیں اور وہاں کے رسم و رواج سے آگاہی حاصل کی ہے اس وجہ سے اس کتاب کو خاص اہمیت اور سند کی حیثیت حاصل ہے۔ مؤلف نے تقریباً کتاب کو ترتیب دینے میں بہت کم کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اسکی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کشتوار پر آج تک بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں۔

بالآخر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ کشتواڑ کو آج کے دور میں نہ فقط سیاسی اہمیت حاصل ہے بلکہ اس میں ادبی، سماجی اور ثقافتی پہلوؤں کا بھی بیان ہے جس سے بدرواہ اور کشتواڑ کی عکاسی ہوتی ہے۔

اظہار تشکر

سب سے پہلے رب کائنات کا بے حد اور بے عدد شکر گزار ہوں جس نے مجھے ایک امی خاندان میں پیدا کر کے علم کی روشنی عطا کی اور ساتھ ہی ساتھ ہر وقت اور ہر لمحہ رفیق ساتھیوں کا ساتھ دینے کے علاوہ عظیم اور روشن فکر والدین عطا کئے جنہوں نے ایام طفلی سے لیکر آخری سانس تک محنت کی اور اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے لئے راہیں ہموار کیں۔ گردش زمانہ نئے نئے رنگ دکھاتا ہے اور انسانوں کو مختلف موڑوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جہاں فارسی زبان سات سو سال سے زاید وقت تک ہندوستان کی سرکاری زبان رہی اور فارسی کتابوں کے بغیر ہندوستان کی تاریخ نامکمل ہے یہی صورت حال کشمیر کا بھی ہے۔ یہاں کی ابتدائی کتابیں فارسی میں ہیں جن میں سے چند کا ترجمہ کیا گیا اور اسی کی بدولت کشمیر کے ماضی کی ادھوری شکل وصورت یہاں کے اداروں کے محققوں کے ذہن نشین ہوتی ہے۔ تاریخ کے علاوہ قدیم تمدن، سیاست، معاشرت کا مطالعہ فارسی زبان جاننے کے بغیر ادھورا اور نامکمل ہے۔ لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اب شعبۂ فارسی میں اگرچہ فارسی زبان شناسی سکھائی جاتی ہے لیکن حکام اور اعلیٰ عہدہ داروں نے اسکی طرف بے اعتنائی برتی ہے جس کی وجہ سے فارسی میں ایم اے کرنے کے بعد فارسی کا طالب علم دوسری سبجیکٹ یا زبانوں کے اور جا

رہے ہیں کیونکہ انہیں اپنے لئے آگے کے راستے مسدود نظر آتے ہیں۔ یونین پبلک سروس کمیشن کی طرف سے فارسی اور عربی کو خارجی زبان کا درجہ دینے اور ان میں اعلیٰ عہدوں کے لئے امتحانات دینے پر پابندی بھی اسکی ایک بڑی بے اعتنائی کا ثبوت ہے۔ بہرحال ترجمہ کرنے کا کام ہر ایک کے بس کی بات نہیں اور تحقیق اس سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ ہے جس کی جانب ہر فارسی کا طالب علم نہیں جا سکتا۔ اسلئے میری گزارش یہی رہے گی کہ فارسی زبان کی طرف بھی توجہ دیا جائے تاکہ ہزاروں کی تعداد میں جو قدیم قلمی نسخے ہیں ان کو منظر عام پر لایا جائے اور ہم اپنے ماضی سے بھی منہ نہ موڑیں کیوں کہ ماضی کی واقفیت سے ہی انسان مستقبل کی تعمیر کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ زیر کتاب 'تاریخ کشتواڑ' عنوان کے تحت فارسی سے اردو میں ترجمہ کی گئی۔ یہ کتاب اگرچہ ایک مختصر سی کتاب ہے لیکن اسکی اہمیت اور افادیت کے بارے میں قارئین اپنی رائے دے سکتے ہیں۔ کیونکہ مولف نے جہاں کشتواڑ اور بھدرواہ سے متعلق کسی دوسری کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، ہیں علاقوں اور پرگنوں کا بذات خود جا کر وہاں کی تاریخ عوام الناس سے نقل کی ہے۔ جس سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بنیادی ماخذ ہے۔ اس پر تحقیق اور تنقید کی بے حد گنجائش اور ضرورت ہے تاکہ واقعات کی درستی اور صحیح حقایق کی واضح نشاندہی ہو۔

اس کتاب کو ترجمہ کروانے کا محرک پرویز احمد پالہ ہے جو تحصیل کھاگ کے رہنے والے ہیں۔ ان کا جس قدر میں شکریہ ادا کروں وہ کم ہے۔ وہ محقق بھی ہیں اور زبان شناس بھی۔ پرویز صاحب نے جہاں مجھے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں

میری مدد کی وہیں روز بروز محنت اور مشقت کروانے کے متمنی بھی رہے۔ ڈاکٹر جہانگیر اقبال تانترے کا بھی بے حد شکرگزار ہوں جنہوں نے ترجمے کا مطالعہ کیا اور اسکی درستی کروانے میں میری اعانت کی اور پیش لفظ لکھنے کی گزارش بھی قبول کی۔ سید ابراہیم رضوی، فاروق احمد وانی، وحید احمد وانی، مدثر نظر کے علاوہ اعجاز احمد کا بھی شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے وقت وقت پر مجھے حوصلہ افزائی کی۔ عنایت حسین کا بھی مشکور ہوں جس نے اسکی صحیح شکل وصورت اور ٹائپنگ کا کام انجام دیا۔ شہنواز احمد شاہ کا بھی مشکور ہوں جو میرے شاگرد بھی ہیں اور وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی کیلئے لب کشائی کرتے ہیں۔ شاداب ارشد میر، افروز عالم، ڈاکٹر محمد یوسف لون صاحب اور پروفیسر سیدہ رقیہ کے علاوہ پروفیسر محمد منور مسعودی کا بھی شکرگزار ہوں جن کے آنکھوں میں ہمیشہ یہ خواب رہا ہے کہ ان کے شاگرد محنت و مشقت کریں۔ ڈاکٹر زبیدہ جان جو مادر مہربان کے لقب سے شعبۂ فارسی میں مشہور ہیں کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا اور ہمیں قلم زنی کرنا سکھایا۔ اپنے بھائی جان اور والدہ محترمہ کا بھی جس قدر شکریہ ادا کروں وہ کم ہے کیونکہ انکی اعانت کے بغیر تحقیق اور ترجمے کا کام کرنا ناممکن ہے۔ پچھلے سال والد صاحب کے فوت ہو جانے سے میری کاندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ زیادہ ہوا جسکی وجہ سے اسکے ترجمہ کرنے میں تاخیر ہوئی لیکن بالآخر خداوند متعال کا شکر گزار ہوں کہ جسکی رحمت و برکت اور خواہش سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس کتاب کی عبارت یا خیالات جس طرح مصنف نے بیان کئے میری کوشش رہی کہ اسی صورت میں پیش کیا جاوے لیکن جہاں لفظی تکرار یا بوجھل نظر آیا وہاں معنی و مطلب کو

ترجیح دی گئی ہے۔ میرے ذاتی جذبات اوراعتقادات کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

وماعلینا الی البلاغ۔

استاد شبیر احمد بٹ

تاریخ کشتواڑ

بے حد شکر اس کاری گر کا جائز ہے کہ جس نے ریشمی دنیا گھومنے والے دنیا کو نیک نیتی سے مشہور حکمرانوں کیلئے آراستہ کیا اور وسیع زمین کو کامیاب بادشاہوں کی وسیع خوشی کیلئے سجایا۔ آسمان کی کشتی نے زمانے کے سمندر میں سیر کیا اور اسکے شکم سے سیارے ظاہر ہوئے۔ بے زار نور سے انخلا کرا کر ضیاؔ کی فتح مند روشی عطا کی اور چاندکو اعلیٰ حکمت سے اعلیٰ فرشتے کی روشنی کے ذرے سے کمال تک پہنچایا اور عالم اجسام (مادۂ اصل ہر چیز کا) انتہائی قیاس کے رو سے اسکے اطلاع کے نشانوں پرزہ دار (اضافہ کرنے والا) نہیں ہے اور حواسات اسکے طور طریقے کے دائرے پر (گردش پر) محافظ نہیں۔

کیا کن کے لفظ سے جہاں پیدا
عقل اسکی قدرت پر ہوئی شیدا
کیسے مجھ جیسا بے عقل گمان سے
انکے صفات کا انتہا پائے

مناسب ہے کہ میں تمام وجوہات کے باوجود اُس بے نیاز کی بارگاہ میں محتاجی چہرہ پیش کروں اور چند حروف خداوند مہاراجہ رنبیر سنگھ کی توصیف میں جوڑ کر لکھ ڈالوں

جو قصد کئے ہوئے ہے کہ گیھان کی طرح بندہ پروری کرے۔

جو داد و فریاد کو سنتے ہیں۔

جو جہاں کا بادشاہ اور زمانے کا فخر ہے۔

جو جہانگیر کے تخت کی زینت ہے۔

خوبصورت مسند پر بیٹھا ہے۔

خوش قسمت والا عالم گیر ہے۔

کامیاب شہنشاہ ہے۔

سخت آسمان کے بادل۔

شجاعت والے صحرا کا شیر ببر ہے۔

شان و شوکت والی بڑی سلطنت۔

سری مہاراجہ زنبیر سنگھ کی۔

کہ جس کے ڈر سے مریخ سیارہ اپنے دائرے میں چلہ نشین ہے۔

اور جس کے آفتاب کی چمک سے ماتھے پر عرق ہے۔

سر جھکائے چودھویں چاند کی طرح چاند کی روشنی کی بارش

زہرہ ستارہ اپنے حسن کے ترنم سے نغمہ گاتی ہوئی۔

زنب سیارہ انکے حکم سے سر بلند ہوا۔

عطارد سیارے نے بھی خط بندگی کو نگل لیا ہے۔ (تسلیم کیا ہے)

سہا ستارہ چمکتی ہوئی روشنی کی نوازش سے۔

نسرؔ جیسا ایک جانور اسکے حکم سے طائر ہے۔

برجیس (ستارہ مشتری) اسکے حضور میں خدمت کر رہا ہے۔

زحل ستارہ اسکی سلطنت میں ڈھول بجا رہا ہے۔

'نظم'

ہے معین کردگار کے فضل سے

آسمان و زمین اسکے حکم کے تابع

دنیا کی جان اسکی نرمی سے خوش ہے

کسریٰ کا نام بھی اسکے انصاف سے برہم ہے

پرانے لوگوں کا انصاف یاد داشت سے چھن گیا

جہاں میں تیرے عدل کی آواز نکلی

زمانے کے ادیبوں کے منور کرنے والے ضمیر اور زمانے کے مبلغوں کے ذہن اس بات سے غافل نہ رہیں کہ جب میں راجی مسمی پنڈت شیوہ جی درولد مہانند پنڈت درولد گنیش پنڈت جنت نظیر کشمیر کے رہنے والے نے زمانے کے بادشاہ کے حضور سے ۱۹۳۸ بکرمی میں کشتواڑ اور بھدرواہ کی وزارت کے عہدے پر مقرر اور مفخر ہوا۔ واجب الاطاعت فرمان جو اس ملک کی تاریخ کو ترتیب دینے کے بارے میں تھا صدارت سے موصول ہوا۔ اُس کے خاطر اس ملک کے عمر رسیدہ لوگوں اور اس شہر کے خبر دینے والوں سے اس ملک کے قدیم بادشاہوں کے حالات اور انکے وزیروں کے

کوائف استفسار کیے۔ چونکہ سابقہ اسناد میں سے جیسے بے نشان کی طرح نام ونشان نہ تھا۔(Archieves) السنہ کے دلائل اور زمانے کی درازی میں بہت فرق اور بے شمار مسافت نظر آتی ہے۔

"نظم"

۱۔ جب میں نے اس سرزمین کے احوال سنے تو مجھے بخوبی یقین نہ ہوا۔

۲۔ میں نے ان کے ایسی باتوں سے اوراق لکھ ڈالے اور لمحہ بھر بھی اپنی رائے کو قائم کرنے کیلئے راہ نہ دی۔

۳۔ جب میں نے موضوع پر گھوڑا (قلم) دوڑایا تو میں نے زمانے میں ہمت کے ہاتھ باندھ لئے۔

۴۔ میں دن اور رات اس کتاب کی تاریخ میں فکرمند رہا۔ یہاں تک کہ لمحہ بھر بھی میں نے آرام نہ کیا۔

۵۔ دل کو میں نے راضی کیا اور دوسرے کاموں کو چھوڑ کر اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کی تمنا برقرار رکھی۔

۶۔ مسلسل اس داستان کو ترتیب دینے لگ گیا اور میں نے ایک بے گمان رسالہ آراستہ کیا۔

۷۔ اے علم رکھنے والے ہر مصرے سے ایک حرف کو لے تا کہ سلامتی سے میرے نام تک رسائی ہو پائے گی۔

مجھے وثوق سے زمانے کے فاضلوں اور فنکار عاقلوں پر بھروسہ اور سچی امید

ہے کہ حقیقت کی صحت کو سمجھ کر میری بُرائیوں اور نقص کیلئے طعنہ دینے والے ہونٹوں کو ملوث نہ کریں۔ بلکہ اصلاح والے ہاتھ جو کامیابی کا راستہ ہے کو طبیبانہ اور مشفقانہ طور مناسب الفاظ اور اشخاص کے نبض پر رکھیں۔ ہر قسم کے وجوہات اور ہر قسم کی ذلت انکے اعضاء میں پائیں گے لیکن محض کرم اور عام مہربانی سے ان کا علاج کریں۔

ملک کشتواڑ کے حالات کے بیان میں

یہ ملک زمانے کے بے مثال پہاڑوں کے وسط میں واقع ہے۔ اور اطراف واکناف کے راستے اور مسالک انتہائی مشکل اور دشوار ہیں۔ یہ وادی چار وادیوں کے درمیان، اونچے پہاڑوں کے مابین وجود میں آئی ہے۔ وہاں وسیع زمین جو کافی فاصلے پر ہے میں سب لوگ یعنی پورا اعوام قیام پذیر ہے۔ یہاں برفانی پانی زیادہ اور چشمۂ سار کا پانی کم ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس قلیل پانی سے زراعت کے موسم اور خشکی کے مواقعہ پر کافی فایدہ پہنچتا ہے۔ وہاں دور دراز اونچے پہاڑوں کے آس پاس گاؤں ہیں۔ اُن علاقوں کو (جہاں یہ گاؤں آباد ہیں) پرگنہ کہتے ہیں۔ اس صوبے کی سرحد جنوبی کشمیر کی سرحد سے چار فرسخ[ے] برفانی پہاڑوں پر حائل ہے۔ اس ملک کے تعلقات ملحقہ کشمیر کے مشرقی علاقے کے ساتھ ہیں اور آبادی والے شہروں کے حکمران زبانی اختلاف کے باوجود آپس میں الفت کے ساتھ رہتے ہیں اور نو پرگنوں پر منقسم ہے۔ ہر پرگنے کے گاؤں درجہ ذیل قریوں پر مشتمل ہیں جسکی راقم وضاحت کر رہا ہے۔

پرگنات اور انکے ملحقہ گاؤں کی تشریح کے بیان میں

کشتوار کا خاص پرگنہ-۹ نو گاؤں

مندل-۵ گاؤں

خاص مندل — متا — پوچھال — پلمار — ڈول

مزید-۴ گاؤں

تری گام — لچھلی لہجہ گوپا — لچھلی لہجہ غفار — ٹیدارہ کوٹ

ناگ سینی کا پرگنہ-۱۴ چودہ گاؤں پر ہے

ا۔کوارنجی ۲۔ پاگنہ ۳۔ چندنہ ۴۔ بھاتن ۵۔ ڈمجی ۶۔ دجھلا ۷۔ چشکنانا

۸۔ بھاٹا گلہار ۹۔ پیاس ۱۰۔ بھاٹا سمنا ۱۱۔ آجنہ ۱۲۔ جھجھ ۱۳۔ سزار ۱۴۔ چرجی

پاڈر کا پرگنہ-۳۰ گاؤں پر ہے

ا۔ آفانی ۲۔ اٹھولی ۳۔ اشداری ۴۔ اونگائی ۵۔ ہٹواس ۶۔ تونا ۷۔ تھاری

۸۔ پنڈیل ۹۔ جاڑ ۱۰۔ چک ۱۱۔ پلالی ۱۲۔ چتوہ ۱۳۔ چشوتی ۱۴۔ سول ۱۵۔ کدیل

۱۶۔ گندل ۱۷۔ گلاب گڈ ۱۸۔ لائی ۱۹۔ لڈھر ۲۰۔ لیونڈی ۲۱۔ لوسین ۲۲۔ موٹھل

۲۳۔ مٹی ۲۴۔ مسو ۲۵۔ لگری ۲۶۔ مچیل ۲۷۔ ہموری ۲۸۔ ہانگو ۲۹۔ گڈ ۳۰۔ کبن

جکار کا پرگنہ-۵۱ گاؤں پر ہے

پدم کی پٹیاں--۱۰ گاؤں

۱۔ پدم خاص ۲۔ شلیاہ ۳۔ ابرک ۴۔ کیشرک ۵۔ پیپہ ٹنگ ۶۔ اوپنی ۷۔ سلاپی ۸۔ گیوک ۹۔ نیروکھ ۱۰۔ زُگرُگ

لوتنگ کی پٹیاں--۱۰ گاؤں

۱۔ ررو ۲۔ اِیچر ۳۔ چاہ ۴۔ شنون ۵۔ شادی ۶۔ تی تاہ ۷۔ جکیر منو ۸۔ کرگیا ۴

کرشاہ کی پٹیاں--۸ گاؤں پر ہے

۱۔ کرشاہ خاص ۲۔ کونچت ۳۔ ریجنگ ۴۔ لگمی ۵۔ گھسر ۶۔ نیچاہ ۷۔ تُونگرین ۸۔ ٹانگھن

سینی کی پٹیاں--۴ گاؤں پر ہے

۱۔ تونگدیہ ۲۔ کومی ۳۔ سینی خاص ۴۔ اتینگی

لوتھ کی پٹیاں--۷ گاؤں پر ہے

۱۔ زنطکہ شاہ ۲۔ فی ۳۔ ریملا ۴۔ کی گام ۵۔ ہمہ لنگ ۶۔ اپرن ۷۔ ہک شو

جنگلاہ کی پتیاں-۴ گاؤں پر ہے

۱۔جنگلاہ خاص ۲۔پن مُوہ ۳۔چھجر ۴۔پلسُو

رنبیر سنگھ پور کی پتیاں-۸ گاؤں پر ہے

۱۔رنبیر سنگھ پور ۲۔پرتاب سنگھ پور ۳۔رام سنگھ پور ۴۔امر سنگھ پور ۵۔شِب پور
۶۔جلب چک ۷۔کرپال چک ۸۔آنند چک

مریوہ ڈارون کا پرگنہ-۲۱ گاؤں پر ہے

۱۔ایردو ۲۔تیلر ۳۔چنجر ۴۔دہرنہ ۵۔دارائی ۶۔رنہ نی ۷۔پھٹہ گام ۸۔قدنہ ۹۔نوپچی
۱۰۔نوگام ۱۱۔آردن ۱۲۔انشن ۱۳۔آفتی ۱۴۔بسمنہ ۱۵۔برانن ۱۶۔چویدرمن
۱۷۔رکنواس ۱۸۔سُوگھتی ۱۹۔مرگی ۲۰۔گومری ۲۱۔مُونِکلی

دچھن پرگنہ-۶ گاؤں پر ہے

۱۔جنک پور ۲۔جھجہ ۳۔سُوندر ۴۔لوہرنہ ۵۔لوپارہ ۶۔ہنزل

اوڈیل کا علاقہ-۹ گاؤں پر ہے

۱۔ایندروال ۲۔ٹاگود ۳۔کوچھال ۴۔چین گام ۵۔دربیل ۶۔چھاترو
۷۔رُہتھل ۸۔سگدی ۹۔مولہ چھتر

کونتوارہ کا علاقہ -٢٣ گاؤں پر ہے۔ان میں ٹھاکرائی کا علاقہ ٨ گاؤں پر ہے جبکہ کونتوارہ کا علاقہ ١٥ گاؤں پر ہے

ٹھاکرایی کا علاقہ

١۔فلر٢۔ پکالن٣۔دہربدان٤۔سرگاڑ٥۔نار٦۔سرانوہ٧۔ہوڈنہ٨۔دہار

کونتوارہ کا علاقہ

١۔کوٹوال٢۔اکرہرنک٣۔انجول٤۔اویلی٥۔بٹکوٹ٦۔ہدارے٧۔برشلہ٨۔شانڈی
٩۔ہلور١٠۔مالی١١۔سنکنہ١٢۔بنڈیرہ١٣۔ناک ٹھوٹنہ١٤۔پرشمولہ١٥۔لوٹنہ

سرورشرتھل کا علاقہ -٢٦ گاؤں پر ہے

سرور کا علاقہ -١٩ گاؤں

١۔جوشانا٢۔بدات٣۔سلنا٤۔بوگرانہ٥۔بڈوتی٦۔ڈوگا٧۔گھوری٨۔لاس
٩۔چلاسو١٠۔کلچھاندا،١١۔مندر١٢۔نیجو١٣۔کوارتھرہ١٤۔کوکرداس١٥۔ٹٹانا
١٦۔لوندری١٧۔گڈ١٨۔دہار١٩۔شروتی

شرتھل کا علاقہ -٧ گاؤں پر ہے

١۔چنڈالی٢۔پوڑا٣۔گھان٤۔کردل٥۔لاوہ٦۔دراب٧۔جنواس

ماضی میں اطراف کے علاقے بھی اس ملک میں شامل تھے جو آج زمانے کے گزرنے کے ساتھ خارج ہیں۔ اس کا تذکرہ کتاب میں ہوگا۔ متذکرہ بالا علاقوں میں سے تین علاقے دوسری ریاستوں سے اس ملک کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں۔ ریاست چنبہ پاڈر سے، تبت سے جسکار اور مرد آردن کشمیر سے۔ اس سرزمین میں قدیم حکام سے پہلے جابجا راٹھ یعنی چھوٹے حکمران حکومت کی لوکو روشن کرتے تھے اور آپس میں اطاعت نہیں کرتے تھے۔ یہاں ٹھاکر قوم کی تعداد زیادہ جبکہ برہمن اور میگ قوم کم تعداد میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ آج کے عہد میں بھی ٹھاکر قوم زیادہ ہے۔ جبکہ صاحب اقتدار سرکار سابقہ عہدوں کے اقوام کی بہ نسبت مثبت ہے۔ جس میں مسلمان، مہاجن، بھوت امن وسکون میں ہیں۔ لباس اور کپڑا جو زینت بخشتا ہے کو مختلف طریقوں سے پہنتے ہیں۔ پرانے زمانے کے قواعد کے مطابق بستی کے اردگرد دکانوں پر خرید وفروخت کرنے کا رواج اعلیٰ درجے اور بحد اتم موجود ہے۔ آج کے زمانے میں ظلم کرنے کے تمام عادات انتہائی درجے تک ختم کئے گئے ہیں۔ اس ملک کے عجائبات میں سے دچھ علاقے کے نالۂ ناتھ نی میں ایک جگہ پہاڑ پر ہے جس کو ترسند کہتے ہیں۔ دن دوپہر پہاڑی سے پانی جاری ہوتا ہے اور ناتھ نی دریا سے مل جاتا ہے۔ ملحق ہو جانے کے بعد نیچے سے لے کر چشمہ تک پانی خشک ہوتا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے دن میں تین بار کبھی خشک اور کبھی جاری ہو جاتا ہے۔ ہندو لوگ اسے متبرکہ جگہ تصور کرتے ہیں۔

پاڈر کے علاقے میں تتہ وانی نام کا ایک چشمہ ہے۔ اس کا پانی موسم گرما اور

موسم سرما میں انتہائی گرم ہوتا ہے۔ خاکی لوگ اس میں ہاتھ ڈالنے سے بھی احتراز کرتے ہیں۔ دوسرا حوض اسکے جوار میں بنا کر کے ندیوں سے چشمے کا پانی وہاں کی جانب کھینچا جاتا ہے تا کہ اس طرح سے حوضوں تک پانی پہنچ سکے۔ حوض کے بھر جانے کے بعد پانی بند کیا جاتا ہے۔ جب پانی تھوڑا بہت سرد ہو جاتا ہے تو مریض لوگ جو رتج میں مبتلا ہوں۔ گرم خون کی کثرت سے اس حوض میں غسل کرتے ہیں۔ اس گرم پانی کے تاثیر سے انکے وجود میں نہ سجنے والی کدورت (مرض) کو مصیبت کی ہوا سے نجات دلاتا ہے۔

اسی طرح مریوہ کے علاقے میں رننی کے مقام پر ایک چشمہ ہے جس کا نام تتہ وانی ہے۔ پاڈر کے چشمے کی طرح اس کا پانی گرم نہیں ہے اس میں مریض لوگ غسل کر پاتے ہیں اور شفایاب ہوتے ہیں۔

ناگ سینی کے علاقے میں موضع بھانن میں ایک چشمہ واقع ہے جس کا نام گمانی ناگ ہے۔ ناگ سینی کے لوگ بے گمان اسے متبرکہ جگہ تصور کرتے ہیں اور اسکی پرستش بھی کرتے ہیں۔ اگر کبھی حسب تقدیر بارش بند ہوتی ہے یا بارش زیادہ ہوتی ہے تو ہر ایک وہاں جا کر پہاڑی بکری کے بچے کو اس چشمہ کے نام پر قربان کرتے ہیں۔ اسکی برکت سے انکی مراد پوری ہو جاتی ہے۔ نیز ناگ سینی کے رہنے والوں کے یہ طریقے بھی ہیں کہ جس دن حاملہ خاتون بچے کو جنم دیتی ہے تو فی الفور بچے کے ساتھ اس سرد پانی میں غسل کرتی ہیں۔ گمان ناگ کی برکت سے اسے کوئی آفت نہیں آتی ہے۔ مذکورہ چشمہ کے کنارے پر ایک پتھر ہے جس میں ایک روپیہ ڈبل دار کے برابر

سوراخ ہے اسکی گہرائی چار انگلیوں کے قریب ہے۔ سال میں ایک دن اس علاقے کے لوگ فی خانہ ایک ایک بکری نیاز کے بطور لاتے ہیں اور اس سوراخ پر ذبح کرتے ہیں۔ اتنی تعداد میں ذبح کرنے سے بھی اس سوراخ کی ایک سوشاخ خون سے پُر نہیں ہوتی۔

سرور کے علاقے ٹٹانا موضع میں ایک چشمہ ہے جو ایک میل کی دوری پر بیابان کی بالائی پر ہے۔ اگر کبھی اتفاقاً رحمت باران نباتات کے بچوں کو خشک لب رکھتی ہیں تو کھیتی باڑی کرنے والے وہاں جاکر اس چشمے کی ایک طرف چھوٹا حوض بناتے ہیں۔ اسی وقت ہزاروں کی تعداد میں چڑیاں اسکی تخریب اور تعذیب کے عزم اور پنجہ زنی کے غرض سے اسکے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر کسان اسکے ہمراہ رہ کر اسکی حفاظت کرتے ہیں جنکی مدد سے وہ چڑیوں کی آفت سے محفوظ رہتا ہے۔ وہاں کے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر اس قدر فوج ایک بار اس کے جسم پر پنجہ ماریں تو اسکے وجود کا مرغ ہاتھوں ہاتھ میں عالم ارواح کی طرف اڑے گا۔ اس وسیع زمین میں اکثر عورتیں سحر میں بہرہ منداور کافی مہارت رکھتی ہیں۔ انکو ڈین کہتے ہیں یعنی جنکو کشتوار کی زبان میں کچھری کہتے ہیں۔ وہ اپنے وظائف کے زور سے جو انکی بدکاری کی وجہ سے انتہائی نحس ہیں لیکن اس سے انکے طالاب پر غالب نہیں آسکتی ہیں۔ چاہے انسان ہو یا حیوان اپنے نظروں کے جذبے سے دل یا جگر چھین کے لیتے ہیں۔

بے حد سختی اور دکھ میں ایک دو روز گزار کر بے چارے باتیں کرتے کرتے بالآخر فوت ہو جاتے ہیں بعضوں کو جادو والی دوا، غذا یا شراب کے ساتھ پہنچایا جاتا ہے

جو بعد میں اسکے کھانے اور پینے سے فالج جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسکے بعد کوئی علاج موثر نہیں ہو پاتا پھر یہاں کے جادوگر تھالیاں بجاتے ہوئے منتر پڑھتے ہیں کہ جن کو بار کہتے ہیں۔ اس بیمار شخص کے گرد پلک جھپک میں رقص برپا کرتے ہیں۔ اسی صورت میں سات دن تک انوکھے کرشمے بطن کے پردوں سے شہود کی رونمائی تک دکھاتے ہیں۔ معین وقت گزرنے کے بعد بیمار آزار اور آلام سے نجات پاتا ہے۔ راقم نے خود اس قسم کے حالات کا معائینہ کیا ہے۔

شکار کرنے والے جانوروں میں چرندو پرند اور درندوں کی کئی قسمیں کثرت اور وافر مقدار میں ہیں۔ چونکہ ان میں سے بعض کو اس رسالے میں درج کیا جاتا ہے۔

درندہ جانوروں کی قسمیں

ریچھ۔ شیر۔ بندر

چرندہ جانوروں کی قسمیں

کرتھ۔ پیچبر۔ کیل۔ گوزن۔ سور۔ ہرن۔ گوند

پرندہ جانوروں کی قسمیں

جنگلی مرغ۔ کبک (Partridge)۔ نیل (Lindigo) باگر۔ چاپن۔ تیتر

باز۔ جرعہ۔ شاھین۔ باشہ

دوسرے ممالک کے بہ نسبت یہاں کے بھیڑ عمدہ اور بہتر ہیں جو باحمل ہونے کے باجود اپنی سربلندی (قوت) سے بھی کوشش کرتے ہیں اور اپنے سینگوں اور شاخوں سے جان کی بازی سے بھی نہیں کتراتے۔ یہاں تک کہ اشکبوس[۵] کو بھی انکے مقابلے کے دوران انتہائی شرمندہ ہوکر اشک بوس ہونا پڑتا ہے۔ اور طوس[۶] نے بھی فلاطوسیوں کی طرح جب خود کو پہچانا اور اپنے مونیہ کا معائنہ کیا تو خوشی سے پھولے نہیں سمایا۔ اگرچہ ہرن بھی انکے روبرو انہیں اپنا سینگ دکھائے لیکن آہو (کے تصور سے) کے خیال سے سرسری طور لیتے ہیں اور جنگلی جانور سمجھتے ہیں۔

کشتواڑ شہر کی کیفیت کے بارے میں

کشتواڑ کا شہر کشتواڑ کے ملک میں ایک جگہ ہے خداوند متعال نے اسے پتھریلے ماحول میں سجایا سنوارا۔ پہاڑوں کی دیوار میں اسے آراستہ کیا اور وسیع زمین میں اسے آباد کیا۔ یہ شہر تین میل لمبا اور چھ میل چوڑائی پر ہے۔ مشرق میں کونکن برن پہاڑ، ناگیشرن، لڈں اور ڈول دھار ہے۔ مغرب میں دریائے چناب اور منڈل مارکا پہاڑ، شمال میں بھی دریائے چناب ہی پیوستہ ہے۔ متذکرہ بالا کی سطح پر شہر آباد ہے اور اسکے علاوہ کچھ گاؤں بھی ہیں جسکو مجموعی طور منڈل کہتے ہیں۔

منڈل علاقے کے گاؤں کے نام

شہر خاص، ہڑیال، زیورہ، گُلید، ہولر، پوہی، اوسر، سنگرام باتھ پوچھال، ہٹہ، متا، بیڑھ، بیکانہ، مکان تند۔

درجہ ذیل صدر مقامات پر قوموں کی تشریح کے مطابق قوم سکونت پذیر ہیں

ٹھاکر قوم

پڈیار، خواجہ، روتر، شان، چندیل، بُتیال، گنائی، گوسائی

برہمن قوم

پوچھال، شہر میں، متا، مچھلی لھجہ

مسلمان قوم

شہر، متا

میگان قوم

شہر، متا

منڈل کی ساری زمین خشکی پر ہے اور موقوف فصل کا دارومدار بارش پر ہے۔ حسب ذیل اجناس پر پیداوار ہوتی ہے

اجناس کی قسموں کے بیان میں

مشک، مونگ، عدس، جو، گندم، سیاہ ماش، ترنبہ، ارزن، گال، مکائی، شالی لیکن شالی کی پیداوار شالمار کے نالہ اور چیرہ ہار میں ہوتی ہے۔ زعفران ذیل کے گاؤں میں ممکن ہے۔

پوچھال، متا، اوسر

اس قطعہ زمین کو پانی کی دستیابی مقدار میں ہے۔ گاؤں گاؤں میں چھوٹے چھوٹے چشمے جو رہنے والوں کی خورد ونوش کے لئے کافی ہے موجود ہیں۔ یہ چشمے مذکورہ ذیل پر مشتمل ہیں۔

پہلا

گودراچھ ناگ: کوہ کن برن پہاڑ کے دامن سے گودراچھ ناگ برآمد ہوتا ہے۔ اس چشمے کی نہریں شہر میں جاری ہیں۔ شہر میں باولی[۸] لوگ جابجا مقرر ہیں۔ خوشگوار پانی ہمیشہ بھرا رہتا ہے۔ لوگ اُس سے اپنا گزر بسر کرتے ہیں لیکن پانی انتہائی لطیف اور عجیب ہے۔

دوسرا

ہودری کے مقام پر ہودری آب کے نام سے مشہور چشمہ ہے۔ محلّہ چالت، ترک سین اور تند کے باشندے اس چشمے سے پانی لیتے ہیں۔

تیسرا

ہمارناگ چشمہ: یہ موضع ہڈیال میں واقع ہے۔ وہاں کے باشندے چاہے بیمار ہوں یا ٹھیک اس سے فایدہ اُٹھاتے ہیں

چوتھا

تیل موچھی کا چشمہ: اُن علاقوں کے باشندوں کے وجود کے چراغ کو روشنی دینے والے تیل اور پاکیزگی بخشنے والا ہے۔

پانچواں

ارجھی کا چشمہ، ھٹہ کے زمین میں ہے۔

چھٹا

کندالی، موضع پوچھال کے مابین واقع ہے۔

ساتواں

مرپن یار کا پانی

بی مردران[9] کے فایدے کے لئے ہے جو کوہِ لڈنہ سے چیرہ مال کے مقام پر آتے ہیں۔ پوہی، کلید، اور اوسر کے سکونت پذیر اس کے پانی سے بہرہ مند ہوتے

ہیں۔ ہولر کے موضع میں ڈول دھار پہاڑ کے نیچے تھوڑی بہت تراوش ہے۔ چیرہ ہار کے درمیان ڈامرناگ کے قریب ایک چکی چلانے کے برابر پانی جاری ہے۔ وہاں ڈاڑھ بھی نصب کیے گئے ہیں۔ سنگرام ناتھ سے پانی برآمد ہوتا ہے لیکن یہ برفانی پانی ہے۔ مکمل طور پر تقریباً تین چار مہینوں تک یہ پانی جاری رہتا ہے۔ منڈل کے بیچ و بیچ چوگان [۱۰] نامی سطح میدان کافی سبز و شاداب، نرم اور سیراب ہے جو گردگار کی صنعت گری سے نسیم سے معطر اور سونگھی جانے والی عنبر کی خوشبو گویا کہ جیسے بہشت [۱۱] بریں سے چھین کر لائی گئی اور جہاں کے خوش بختوں کے راحت اور آرام کیلئے اسکے ارد گرد چنار کے درخت اعتدال کے مطابق سیدھے طریقے سے اُگائے ہیں جو اپنی سربلندی کی بدولت شجرہ طوبیٰ [۱۲] پر بھی خوشی مناتے ہیں۔ جنوب کی جانب شاہ اسرار صاحب کا آستان، شمال کی طرف سنگرام ناتھ مشرق کی جانب کلید کا گاؤں اور مغرب کی طرف موضع متا جہاں تالاب تعمیر کیے گئے ہیں۔ بارش کا پانی ان میں جمع ہوتا ہے۔ منڈل کے رہنے والے کا مال و مویشی کے لئے یہاں سے آب لیتے ہیں۔ خاص کر سرکوت تالاب جو وسیع تر ہے اور پورے سال پانی سے مالا مال ہوتا ہے۔ سرکوت اور متا کے رہنے والے وہیں سے اپنی گردنوں کو (حلقوں کو) تر کرتے ہیں۔ منڈل کے باشندے اچھی طرح سے کشمیری میں بات کرتے ہیں۔ لباس مختلف طریقوں سے پہنتے ہیں۔ مردوں کا لباس ڈوگروں جیسا اور عورتوں کا جامہ نقش ونگار والا جسکو کای کہتے ہیں۔ سر کی ٹوپی کاندھوں تک پرچم کی طرح ہوتی ہے جو ژوجی کے نام سے موسوم ہے ایزار (پاجامہ) تنگ ہوتا ہے جو سوتھن کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں کے لوگوں نے

بڑے ایام (ایام متبرکہ) مقرر کئے ہیں جو جاترہ اور تھار کے عنوان سے نامزد ہیں

جاترہ کی وضاحت

بہادرون [۱۳] کے آغاز سے اشوج [۱۴] تک جاترہ قدیم زمانے سے مقرر ہے۔ چتر [۱۵] کے پہلے دن نقالوں کا ایک دستہ تھٹہ کے مقام پر جہاں دیوی اتھاران لو جی کے زیارت ہے جا کر دستہ دستہ ناچتے ہیں۔ تھٹہ والے اس دن اس جماعت کو روزی دیتے ہیں۔ وہاں سے لوٹ کر شاہ اسرار صاحب کے آستان پر رقص وغیرہ کر کے ایک روپے کی خرما کی گٹھلی آستان کے مجاوروں [۱۶] سے لیتے ہیں۔ پورنمی کے روز ہیرہ کنی کے محلّہ میں راٹھوں کے لوگ جیسے مشہور ہے صبح صادق کے بعد ایک دو گھنٹے ناچتے ہیں عصر تک سری نیلہ کنٹ جی مندر کے سامنے اپنے گلے کی خوش اور شیرین آواز سے ہر طرح بازار گرم رکھ کر اپنے شوق و ذوق کو زیب و زینت بخشتے ہیں۔ دوسرے روز بھی اس قسم کی خوشی مناتے ہیں۔ جاترہ کے تیسرے دن جس کا نام کٹک جاترہ ہے کے عصر تک عوام الناس صحرا میں ڈنڈوں اور بھیڑوں کے ساتھ جنگ آزمائی کرتے ہیں انتہائی شوق کے ساتھ آپس میں زور آزمائی کرتے ہیں نقال چوکان کے وسطہ میں جو سنگ ستی گنڈ کے ساتھ متصل ہے میں اپنی حرفت کاری سے دیوار پر ہاتھی کی شکل بناتے ہیں اہل کشتواڑ رنگین اور پاکیزہ لباس پہن کر وہاں محفل آراستہ کئے ہوئے ہوتے ہیں حاضری دے کر کشتواڑ کے قلعے کی جانب جو بود و باش کے لحاظ سے قدیم راجوں کا

شریف گھر رہا ہے سلامی کرتے ہوئے رخ کرتے ہیں۔ پھر ششٹھی کے روز حاکم
وقت کے پاس اپنے قواعد سمیت چہرہ پرداز (پیش ہو جاتے ہیں) ہو جاتے ہیں۔

موضع ہٹہ کے تمام لوگ مرد وعورت قسم قسم کے پارچے اور رنگارنگ زیورات پہن کر جنت جیسی محفلیں سجاتے ہیں نقال پوری رات عجیب فنون کو لطیف پیرایہ میں پیش کرنے سے وقت کے معاشرے کو جشنِ نوروز کی یاد دلاتے ہیں۔ اسکو زمرائی نام رکھا گیا ہے۔ اسکو متبرک دن سمجھتے ہیں۔ نقالوں کے لئے اس دن کے کھانے پینے کا انتظام گاؤں والوں کے گھروں میں ہوتا ہے۔ اس کے بعد اشٹمی اور ایکادشی کے روز نیلہ کنٹ جی مندر کے متصل بازار میں بے انتہا لوگ رقص کر کے آسمان کو بھی نچاتے ہیں۔ اس دن سرکار سے ایک روپیہ عطا ہوتا ہے۔ عبادت گزار لوگ اشوج کے مہینے میں شاہ آفریدون کی زیارت سے انکے دل اسرار رموز سے بہرہ مند ہو جاتے ہیں اور پختہ تقویٰ کی برکت سے ہر ایک پرہیزگار دن اور رات میں ایک سے زیادہ اوقات میں باجہ بجاتے ہیں اور زدا[17] کے غم کو نقال پردۂ اخفاہ سے نکالتے اور اپنے لحن داودی[18] کی برکت سے ہر بچے اور بزرگ کیلئے خوشحالی کی وراثت چھوڑ جاتے ہیں۔ اس رات آستان کے مجاوروں سے تغیر حال کی کیفیت پاتے ہیں۔ اہل کشتواڑ کا طریقہ یہ ہے کہ ہوس کی دیگ اعلیٰ سے ادنیٰ تک جوش میں لاتے ہیں اور طعام کے علاوہ دیگر غذائی چیزوں کو احسن طریقے سے دجی[19] میں پکا کر نفسانی لذات سے مستفید ہو جاتے ہیں اور اندرونی گرمی کو قسم قسم کی روٹیوں کو تا[20] و دیگر شہد، شیر اور روغن کے ساتھ ملا کر انکے تناول سے اپنے ہونٹوں اور منہ کو طراوت اور بے حد تازگی بخشتے ہیں اور اسکو ستر دری

اور منڈو [۲۱] کہتے ہیں۔تھار پھاگن کے مہینے کے نو (۹) دن ایام متبرکہ مقرر ہیں۔ پہلا سدھان تھار، دوسرا سدھان کلان تھار، تیسرا ساتن چوتھا کاکل، پانچواں دو کاکل، چھٹا ترہ کاکل شیوراتری کا دن، ساتوں نکاس، آٹھواں دونکاس، نواں ترہ نکاس۔ کاکل کے پہلے روز صبح سویرے لوگ بادل کی طرح دریا کے اور روانہ ہوتے ہیں اور خاکی وجود کی سیاہی کو پانی کی سفیدی سے اُڑاتے ہے اُسکے بعد چمکتے ہوئے انار کی طرح پوری گرمی کے ساتھ گھر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنے تن کو ثواب سے رنگا رنگ کر کے اپنے بھائیوں کے گھروں کی جانب سروساماں کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں۔ روٹی اور شوربا نوش کرتے ہیں۔کاکل کے دوسرے دن پھل کے غلاف یعنی ترنج [۲۲] کو پہلے اعتبار کے ساتھ قلعے میں حکمران کے پاس نذرانہ کے طور پر لے جاتے ہیں۔اس کا عوض قلعہ کے تھانددار [۲۳] سے ترکاری اور قند سے منہ میٹھا ہو کر مذبورہ [۲۴] آئین کے مطابق گاؤں گاؤں میں جا کر حاکم وقت کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں اور اپنے لوازمات اور شرط وشروط کی بجا آوری کرتے ہیں۔عورتیں کاکل کے ابتدا سے نکاس کے آغاز تک اپنے گھروں میں ہی اقامت قائم رکھتی ہیں اور اپنے آباواجداد کے عقیدوں کے مطابق پانی کی رہ گیری کے لئےنہیں نکلتی۔نکاسہ کے پہلے روز گھروں سے پوری پرہیز گاری کے ساتھ کمال غلاف (مکمل لباس) پہن کر پانی کو جاتی ہیں اور اپنے تن کو عبادت سے دھوکر ترنج کی پوجا سابقہ دستور کے مطابق کرتے ہیں اور اسکے بعد پوری ارادت مندی کے ساتھ اپنے گھروں کو لوٹتی ہیں۔ نکاسہ کے دوسرے دن رشتہ داروں اور شریف گھرانوں کے گھروں میں خوش نما لباس اور دل کشا حلیہ بنا کر

پیمانے کے راہوں سے انکے خوانوں پر جو جانفزا نعمتوں اور شربتوں سے پُر ہوتے ہیں فرحت پیرایہ میں محظوظ و مستفیض ہو جاتے ہیں۔ نکاس کے تیسرے دن سورج کے طلوع ہونے کے وقت ہرتن لکڑی کو بھیڑوں کے فضلہ سے معاون بنا کر کے ایک ترنج [۲۵] اسکے اوپر رکھتے ہیں اور کاٹھی کے اردگرد انگور کی ٹہنیوں اور درختوں کے پھلوں کو لپیٹ کر اور شوق سے نرگس کے پھول اس پر نصب کر کے پلک جھپک میں اپنے کھیتوں میں لے جاتے ہیں۔ وہاں پھاوڑے [۲۶] سے زمین کھودتے ہیں۔ اور دھوپ [۲۷] وغیرہ کو سوکھا کرتے ہیں۔ فضلے کو ٹہنیوں سمیت دفن کرتے ہیں۔ اور جو کچھ گھریلوی چیزوں میں سے تیار ہوا ہوگا اس میں سے بڑے ظروف کو مع سالن آراستہ و پیراستہ کر کے وہاں معصوموں اور بچوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اس کو بہوم جھوائی کہتے ہیں۔ اور اسے نیک فال تصور کرتے ہیں۔ شام کے وقت اپنے چھت کی کھڑکیوں سے چوب و چراغ کو جلا کر باہر نکالتے ہیں اور اپنی زبان سے یہ الفاظ دہراتے ہیں کہ آج دیو آئے گا۔

علاقوں کے بڑے دنوں اور پہننے کے احوال کے بیان میں

ناگ سینی اور پاڈر کا علاقہ :

یہاں کے مردوں کا لباس نرم (ملائم) پٹو سے چوتڑ [۲۸] تک اور عورتیں صرف پشمینی چادریں جن پر لوہے کی سوئیاں اور چوڑیاں جو جسامت اور لمبائی میں ایک انگلی کے مساوی ہوتی ہیں اور کاندھوں کے دائیں حصے سے بائیں طرف ہوتا ہے پہنتی

ہیں۔ایام متبرکہ کے روز جو کوڑ کے نام سے موسوم ہے دیہات کے چھوٹے بڑے لوگ منتخب جگہ پر آجاتے ہیں اور ایک جشن برپا کرتے ہیں جس میں عورتوں کو یک سو چھوڑ کر مرد حضرات اپنے کمال شوق سے گول آسمان کے مانند رقص کرتے ہیں۔

سُر ور علاقے کے احوال:

اس سرزمین کے مخلوق کا لباس پاڈر کے لوگوں کی طرح ہوتا ہے لیکن انکے برخلاف کالے پشم کی گرفت کو اپنے کمر کے گرد باندھتے ہیں۔تھارکوٹ میں مذکورہ بالا عبارت کی طرح اجتماع کرتے ہیں اور مرد وعورتیں جداگانہ حلقہ بندی کر کے خوش لحانی سے گانے لگتے ہیں اور سمجھدار لوگوں کی طرح چشم پوشی کر کے ہوا میں رقص کرنے کو گھاس کا تنکا سمجھتے ہیں۔

دچھن کا علاقہ:

مذکورہ لوگوں کے لباس (جامہ) کی زیبائش کشتواڑ کے مانند ہوتی ہے اور لوگوں کے قواعد کشمیریوں کی طرح ہوتے ہیں۔ پٹو چادری کرتہ کے اوپر کمر بند باندھتے ہیں۔

مریوہ کا علاقہ:

مریوہ کے لوگوں کے طریقے کشمیر کے گاؤں والوں کے روابط وضوابط کے مساوی ہیں۔

اوڈیل اور کونتوارہ کے علاقے:

صدر مقامات کے باشندے کشتواڑ کے علاقون کے باشندے کے مساوی

ہیں لیکن کوڑ کے ایام کے دوران رقص کرتے ہیں۔

ملکِ کشتواڑ کے حالات کے بیان میں

نقل ہے کہ پہلے کشتواڑ ایک تالاب تھا۔ سنگ پور سے ٹھانٹری گوبردن سر کے آخر تک ایزدتعالیٰ کی مرضی سے لاقید زلزلوں سے ٹھانٹری کے قریب پہاڑ کا درّہ پھٹ گیا اور پانی باہر نکل آیا۔ اس سے زمین ظاہر ہوگئی اور ایک مدت تک ویران رہ گئی۔ درخت اور دیودار اس سرزمین سے اُگنے لگ گئے۔ وادی چوگان کے قریب جو شمال میں واقع ہے پانی باقی رہا اور اس جگہ کو مسلسل گوبردن سر کہا گیا وقت گزرنے اور اختلاف زمانہ کی وجہ سے گوبردن سر کے نام سے ہی مشہور ہوگیا پھر کافی مدت کے بعد شدید زلزلہ آیا اور وہاں سے پانی خسف ہوگیا۔ اس زمانے میں ایک فرشتہ خصلت عابد جو شرہ پال کے نام سے موسوم ہے اس محل میں وارد ہوا اور ایک معبد (بگوان) بنایا اور اپنا وقت مہا کال جی کی پرستش میں صرف کرنے لگا۔ اس کا نفس خباثت کے نقش سے پاک اور محبوب کی ذکر میں طاری (مشغول) تھا۔ اطراف کے لوگوں نے اسکے اوصاف جان کر اسکے گرد اجتماع کیا اور اکثر لوگ اسکے کشف وکرامات کے ظہور کی وجہ سے اسکے اعتقادی بن بیٹھے اسکے آس پاس سکونت اختیار کر کے اسکے اقدام کی برکت سے شہر میں آبادی جمع ہوگئی جو مہا کال گڈ کے نام سے معروف ہوا۔ اسکے کچھ عرصے بعد عبا پوش اور بچیل [۲۹] بھیس میں شیطانوں نے انکی اطاعت سے انحراف کیا یہاں تک

کہ عبادت کی طبیعت سے دلبر داشت ہو کر انہدام شہر کیا اسکے پر اثر دُعا سے قہر ربانی نازل ہوا اور ملک ویران ہو گیا اور ایک مدت تک ویران رہا۔ اسکے بعد ہنگھپت نامی ایک برہمن یہاں سکونت پذیر ہوا اور شہر کو نئے سرے سے تعمیر کیا اسکے تین بیٹے تھے۔ پہلا رام داس، دوسرا رگھناتھ داس اور تیسرا امرلی داس۔

ہنگھپت بھیڑوں کے رمہ[۳۰] کی پرورش کرتا تھا جسکی وجہ سے اسکے رہنے کی جگہ کا نام پوہی پڑ گیا۔ پوہیہ کشتواڑی زبان میں بھیڑ کو کہتے ہیں۔ جب اُسے اسکے بغیر ٹوپی میں پشم[۳۱] بھی نہ رہا ناچار ہو کر اپنے نفس کو دودھ کے بجائے لسوڑ اکھلاتے تھے۔ محنت و مشقت سے بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرتا تھا اور قناعت کی دولت اور انتہائی بشاشت سے بھیڑوں کے چمڑے پر بال پر کھال اُگتے گئے جیسے کہ کہا گیا۔

مفلس کو شام کے وقت جب روٹی حاصل ہوتی ہے
تو شام کے بادشاہ کی طرح سو جاتا ہے[۳۲]

اسکے اولاد اور احفاد میں سے ایک کثیر جماعت اور غفیر کافہ[۳۳] جمع ہوئی اور ایک مدت تک بسر اوقات کا گزارہ کرتے تھے۔ پھر قضائے قدرت سے سرحد کشمیر سے کشمیر کے رہنے والے اس دلپذیر خطے میں داخل ہوئے اور برہمن ہنگھپت کے ساتھ اپنی پوری قوت سے مقابلہ کیا اور برہمنوں کے تمام قوم کو زیر تیغ کیا پھر ڈامرناگ کے متصل جو منڈل سے دو میل کے فاصلے پر ہے اپنے خیمے لگائے اور منڈل کی زمین کو اپنی کھیتی باڑی کیلئے چُن لیا۔ یہ کشمیر کے دو مشہور قوم روتر اور گنائی سے تھے۔ روتر زیورہ میں اور گنائی زیورہ کے پائین میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہ وقت کشتواڑ کے چھوڑے

بڑے تمام لوگوں کی زبان زد عام ہے۔ قیام اول یعنی برنگ کے مقام پر زرد آلو کے درخت نصب کئے جنہوں نے کم وقت میں ہی صحرا اور کوہستانی علاقوں کو زرد الوزار[۳۴] بنا دیا۔ جو چیرہ ہار کے نام سے مشہور ہوا۔ خوش قسمتی سے اپنے نام کو عیش وعشرت سے سفید کیا کہ جیسے احمد کی نسل کا نام تک یاد نہ رہا۔ بدقسمتی سے اچانک سورد[۳۵] کا راجہ جس کا اصلی نام سلطان گہری تھا نے تاخت وتاراج کیا یہاں تک کہ ٹھانٹری تک رعایا کی تمام املاک کو آبدار تیغ اور خونخوار شمشیر سے تر کیا اور اپنے قبضے میں کر کے شہامت کے جواہر والے ہاتھوں کو مسلسل دراز کیا۔ اس زمانے میں مہا کال گڈ بھوت نگر میں تبدیل ہو گیا۔ زمانہ اپنے نظام سے دنیا کو انگلی دکھاتا ہے۔ قضا نے اسکے ہاتھوں پر اپنا پنجہ مارا جس سے اسکے بازو کی قوت زائل ہوئی۔ دردمند دل کے خیالوں نے اس پر غلبہ حاصل کیا وہ ملک سے دلبرداشتہ ہوا اور سورو کی جانب جانے کا ارادہ کیا۔ اسکے چند سال بعد پنجاب سے پنجابی لوک پہاڑوں سے قطار کی صورت میں دوڑ پڑے اور بھوت نگر کے رہنے والوں کے ساتھ دوستانہ اور خلوص بھرے مزاج سے دوستی کی اور وہیں سکونت اختیار کی۔ کوہستانی ادویہ کی تجارت میں زرد آلو کی تن اور پوست کے مانند شریک رہے تر زرد آلو کو خشک کر کے پنجاب کے اطراف میں لے کے بیچ رہے تھے اس طرح سے اپنی معاشی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس زمانے میں کشتواڑ یادگار رہا۔ کشٹہ پنجابی لغت کے مطابق زرد آلو کی پوست کو کہتے ہیں اور وار کے معنی جگہ ہیں۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ کشٹہ وار کا نام کشتوار میں بدل گیا۔ اسی وجہ سے پنجابی لوگ روتروں اور گنائیوں سے متفق اللفظ تھے۔ آخر کار انکا کام اکائی سے نکل کر دھائی میں داخل ہو گیا

اور آپس میں فسادات اور عنادات شروع ہوئے۔ پنجابی لوگ سپاہ گری کی حرفت میں ظاہر و ماہر تھے اور اپنی بالادستی سے پہاڑ کے اوپر سے تیغ باری کی اور پتھروں کے ٹکڑوں کو بھی ریزوں میں تبدیل کیا۔ ایز دمتعال کی مدد سے دنیا کے لوگ (ربع سکون [۳۶]) چھے اطراف سے حملہ آور ہوئے اور بعض کو بے دریغ زیر تیغ کیا اور بعض نے مقابلہ کرنے کی تاب نہ لاکر اطاعت گزاری اپنے ذمہ لی لیکن بغض اور عداوت دونوں طرف سے کم نہ ہوا جسکی وجہ سے کئی بار دونوں فریقوں نے حرب وقتال کے ہنگامے برپا کئے اور جیسے کبھی آسمان کو زیر اور کبھی زبر کرتے تھے۔ اگر کبھی ایک دوسرے کے قوم کے ایک فرد کو پاتے تھے تو بہت سارے لوگ جمع ہو کر اسکی گردن کو تیغ کے پانی سے تر کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ پنجابی لوگ ہودری دریا کے کنار جو اس وقت سُند کے نام سے مشہور ہے اقامت پذیر ہو جاتے تھے اور ہمیشہ روتروں اور گنائیوں کے خوف سے کاروبار کے موقعوں پر بھی ہتھیار باندھے رہے تھے۔ یہاں تک کہ زمین میں ہل چلاتے وقت بھی ہتھیار کو اپنے تن سے جدا نہیں کرتے۔ تقریباً ایک ہزار مرد و عورت جمع ہو کر کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کہتے تھے کہ راجہ گور بنگال جس کا تعلق اوجین سے ہے سُروج بنسی مظہر جو عزت و اقبال والا ہے جس کا نام راجہ کانپال جو راجہ وکرمادت کے اولاد میں سے ہے جس کا شجرہ نسب تحقیق کے بعد قلم و پینسل (Pencil) سے پشت بہ پشت اس کتاب میں ثبت کیا جا رہا ہے۔

پہلا راجہ وکرمادت اسکا بیٹا راجہ بھوج اور اسے راجہ ہری پال اور اس سے دیانک پال اور اس سے راجہ مانک پال اور اس سے راجہ کانپال جو چند آدمیوں سمیت

پہاڑ کے اطراف کی تسخیر کیلئے اوجین کے خطے سے کوچ کر کے آئے اور کوہستانی علاقوں کی وسیع آباد زمین کو بہادر کی تیغ کی طرح پار کیا اور کشتواڑ کے ارادے سے کاندنہ کے مقام کو دریافت کر کے عزت واحترام کے ساتھ خیمہ زنی کی۔ کاندنہ کی وجہ تسمیہ [۳۷] یہ ہے کہ پنجابی تباہی اور خرابی کے خیال سے دن رات اپنے مشیروں اور وزیروں کے ساتھ مشورہ کرتے تھے۔ الغرض صلاح کار اس نتیجے پر پہنچے کہ ایک پنجابی عورت کو سادھو کے بھیس میں شیوا زبانی سے جاسوسی کرنے کیلئے کاندنہ پہنچائیں۔ کافی دولت اور بے حد زیورات سے اسکا دل خوش اور شاد کر دیا گیا اور پھر اُسے انکے طور طریقے اور طرز کے بارے میں استفسار کیا۔ اُسنے کہا وہاں عورتوں کی خلقت عقل کے حلئے سے عاری ہیں۔ باوقار پادشاہ کے فریب میں کاکل [۳۸] کی طرح حلقہ بگوش ہوئی اور اپنے زلفوں کو لمبی کہانی کی طرح پریشان رکھا (یعنی وہاں کے حالات بیان کئے) اور کہا کہ پورے سال میں ایک دن تھار نام کا ہوتا ہے۔ اس دن خوشی کے تمام چیز آمادہ (کھانے کی چیزوں کو تیار رکھتے ہیں) ہوتے ہیں اور بے غمی کے دروازے کُھلے ہوتے ہیں۔ صلاح ومشورہ کے ساتھ تمام ساز وسامان کو جسم اور کاندھوں سے اتار کر ایک وقت کنارے پر رکھتے ہیں اور صبح تک تیز دھار کی طرح اپنے ہاتھوں کو آویزان کرتے ہوئے ہودری دریا کے کنارے پوجا کرنے میں قدم فرسا ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ دن تک (یعنی تھار تک) ابھی تین مہینے باقی تھے۔ تو عالی شہر یار اور لالی سخن والے نے موتیوں کی طرح ان باتوں کو کان میں رکھا اور اس کہاوت کے مطابق کہ کام صبر سے ہوتا ہے نہ کہ جلد بازی سے صحیح وقت، کا منتظر رہا پھاگن کے مہینے

میں معلوم وقت کے مطابق رات کے وقت چمکتے ہوئے چاند کی طرح منازل طے کرتے ہوئے کامیابی والے فوج کو ہودری چشمے کے گرداگرد سیاروں کی طرح بچھایا اور خود نور کے چشمے کی طرح بیچ میں بیٹھ کر ہزاروں آنکھوں کو صحیح وقت کے موقع کی تلاش میں رکھا۔ اتفاق سے موسم سرما کی شدت سے سبز فام آسمان سے چاندی جیسے برف نے زمین پر سفیدی چھائی۔

قوی دست دلیر اور ہنر مند جنگجوؤں نے سفید دیوؤں کے مانند قومی دل کئے ہوئے سائبانوں کو چھتوں سے سجاتے ہوئے رات کو بھی دن کی طرح روشن کیا۔ (اگلے روز) صبح کے وقت پنجابی کمزور لوگ (فلاکت جیسے) قدیم رسم کے مطابق بغیر ساز وسامان کے انتظام کئے ہوئے غسل اور پوجا کرنے کیلئے چشمے کے گرد جمع ہوئے۔ سپاہیوں نے وقت کو غنیمت جان کر یکبار اپنے کمین گاہوں (چھپنے کی جگہوں) سے نکل کر سبھوں کو شمشیر کی ضرب سے زیر کر دیا اور اجل کا کھانا بنا دیا۔ خداوند متعال کے بے رنگ فضل سے صرف ایک باردار عورت اُن جنگی بھیڑیوں کے چنگ (ہتھیار) سے سلامت رہ گئی۔ جنگ کے اختتام پر نصرت (کامیابی) والا بادشاہ حکمرانی کی مسند پر جلوہ افروز ہوا اور اپنی تدبیر و دانش سے صلاح اندیش، مدبر اور مصلحت کرنے والے حکاموں اور اپنے اعمالوں (رشتہ داروں) کو جابجا مستقل کیا اور خود اپنے کامیابی والے فوجیوں سمیت سیگاٹھ کے راستے سے نکل کر کونتوارہ کے راٹھوں کے ساتھ مقابلہ اور قتل و غارت کر کے مغلوب کیا اور ماضی کے قوانین کے مطابق انتظام رائج کر کے عزیمت (ہجرت) کی لگام کو ٹھاکرای کی طرف کیا۔ کئی دن تک وہاں رہ گئے۔

ملکان وغیرہ نے اس کے ڈر سے اطاعت کے سر کو زمین پر رکھ دیا۔ (اطاعت قبول کی) یہی وجہ بنی کہ ٹھاکرائی نے ٹھہرہ میں قرار کیا۔ اسکے بعد کامیابی کے لشکر کو حکم دے کر اوڈیل کو تصرف میں لے لیا اور کامیابی پا کر بندارکوٹ کے پل سے ہوتے ہوئے ملک گیری (قبضہ میں کرنے کے شکرانے میں) کے شکرانے میں سری نیلہ کنٹھ جی کے مندر کے متصل خیرات کے دروازے کھول دئے اور وقت کے رواج کے مطابق ایک لاکھ روپیہ خاص و عام میں وقف کیا۔ پنڈت ہری چرن کو ۲۵ خروار زمین بطور جاگیر عطا کی اور اسکے علاوہ مندر کے پوجا کرنے کے کام کو بھی تفویض کیا۔ ایک گھر رہائش گاہ کے طور پر جو آج کے زمانے میں وہاں قلعہ کی صورت میں ہے اپنی بلند فطرت اور ارجمندی سے تعمیر کیا۔ ایک زمانے تک حکمرانی کے مسند پر کامرانی سے بیٹھا بالآخر فانی جہاں کے کام کو درود (خیر باد) کہا۔ اسکے تولد اور تناسل سے تین بچے پیدا ہوئے۔ گندرب سین، مندر سین، دیب سین۔ گندر سین اپنے والد کی جگہ پر حکمرانی کرنے لگا۔ مندر سین نے ایک گاؤں آباد کیا جو آجکل متا کے نام سے مشہور ہے اور وہی مقیم ہوا دیب سین نے پرگنہ مریوہ جو کشمیر کا علاقہ ہے کو اپنا وطن بنایا۔ نقل ہے کہ اس زمانے میں کشمیر میں ایک فریبی دیو ظاہر ہوا اور خود شیر کی صورت میں کھیل دکھانے لگا اپنے پنجوں سے بہت سارے لوگوں کو تکلیف پہنچائی لوگوں کے خون (قتل) کو اپنے سر لے لیا۔ شہر کے رہنے والے قہر والی اس مصیبت سے نجات پانے کیلئے گرجنے والے آسمان کی طرح جوش وخروش کے ساتھ اپنی آوارہ گی کی درخواست راجہ سے کی۔ راجہ موصوف نے جب یہ خبر سنی تو بجلی کی طرح مضطرب ہو گیا۔ پھر غضب کی نی بجا کر بیک وقت

دیوی جی کے مندر کے نام خیرات کے طور پر واگزار رکھا۔ اسکی عمر پایہ تکمیل تک پہنچے کے بعد راجہ بھولدر دیو اور اسکے بعد راجہ چھمن دیو ظہور پذیر ہوئے۔ اس سے سپاہگری اور کشورستانی (اپنے ملک کو وسعت دینا) کا بے حد شوق تھا۔

دچھنہ کا علاقہ جو اسکے وراثتی ملک سے خارج تھا کو زور بازو سے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہاں کے کچھ باغیوں کو قتل بھی کیا اور بعض کو قید کیا اور ان پر غلامی کا داغ لگا دیا اور کشتواڑ میں رکھا۔ راستے میں موضع پلمار میں توقف کیا اور وہاں کے برہمنوں جو وہاں سکونت پذیر تھے کو بطور صدقہ زمین دے دی جو آج تک بلجھ ماٹھ کے نام سے مشہور ہے۔ اسطرح سے اپنی بابرکات حرکتوں سے تحسین اور آفرین کے الفاظ حاصل کئے۔ نیک نامی کے دوران ہی اپنی جان، جان پیدا کرنے والے کے حوالے کی۔ اس سے سنگرام سنگھ پیدا ہوا۔ ملک کو توسیع دینے کی علَم اُٹھائی اور فوج کو امر دے کر دریا چیے باغی فوجیوں کو جو موضع چھچہ اور سزار جوناگ سینی کے علاقے سے ہیں کو مغلوب کیا اور اپنے ملک کے ساتھ شامل کر دیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ راجہ کے دور میں کلید اور متا (علاقوں) کے درمیان پر غریو دیوی ظاہر ہوئی ہاتھی کی شکل بنا دیتی تھی۔ میدان چوگان اور دیہات کے درمیان جس کسی کو بھی پاتی تھی اپنی کالی مستی سے مصیبت کے زنجیروں کو اسکے گردن میں ڈالتی تھی اور از جان کرتی تھی اسطرح سے کئی سلسلوں کو زیر خاک کر دیا۔ اگر اسکے خوف و ہراس سے لوگوں کی ایک جماعت جمع ہوتی اور ایک دوسرے کو دلدہی کرتے تو بارہ لوگوں میں سے ایک معدوم (مرجاتا) ہو جاتا تھا۔ لوگ اس سے کافی تنگ آ گئے اور بادشاہ سے التجا کی۔ رعایت پرور راجہ نے اس

مصیبت سے چھٹکارا پانے کیلئے کافی کوشش اور بے حد جدوجہد کی لیکن کوئی چارہ کارآمد نہ ہوسکا آخر کار اسے دریافت ہوا کہ سنگرام نامی ایک برہمن موضع تیر باتھ جوناگ سینی علاقے میں ہے میں سکونت پذیر ہے۔اس مرد سے اس مشکل کو آسانی سے دور کیا جا سکتا ہے۔اسی وقت اسکو اعزاز و اکرام سے طلب کیا گیا اور اس نے اس مصیبت سے چھٹکارا دلانے کی التجائیں کی۔ برہمن قدس کی ریاضت میں خمیدہ کمر (کمر جھکا ہو) اور گوشہ نشین ہوا تھا لوگ اس ریاضت کی وجہ سے اسے مرحبا کہتے تھے اس نے خیرِ عام کے خیال سے یہ عمل کرنا شروع کیا تھا۔تیہ چوگان جو موضع متا سے متصل ہے میں بیٹھا اور کبھی ترتیب سے اپنا سر پاک اور منزہ وظایفوں کا ذکر کرنے سے مراقبہ سے نہ اُٹھایا تھا۔کچھ دن کے بعد مردم خورد دیو کو قید کیا اور عالی جاہ راجہ کو کہا کہ آج ناساز گار دیو کو آگ میں جلا کر راکھ کردوں گا۔ پھر ایک پتھر اپنے پہلو میں نصب کروایا اور اس میں ایک گہرا سوراخ کروا کر آتش پرستی میں مشغول ہوا۔ کچھ گھنٹے گزر جانے کے بعد اپنی ایک پھونک سے دیو کو اندرونی نیش کے مطابق شہد کی مکھی کی صورت میں سوراخ کے اندر سے برآمد کیا۔ برہمن نے اپنے وظیفہ کے زور سے اسے چمچے سے اُٹھانے کے بعد اسے آگ میں ڈال دیا۔عوام الناس اس نسناس (جنگلی آدمی یعنی دیو) کے جلنے سے بے حد خوش ہوئے اور اپنے جلتے جگروں کو بجھا دیا (راحت کی سانس لی) اور غم کی مٹی کو ہوا میں اڑا دیا۔راجہ نے جب اس غریبہ (انوکھے واقعے) کا مشاہدہ کیا تو برہمن سے کافی خوشنود ہوا اور منڈل کی درمیانی زمین کو جاگیر کے بطور عطا کی۔اس زمین کو (جہاں یہ سارا واقعہ پیش آیا) آباد کیا اور وہاں ایک گاؤں بنا دیا جس کا نام ''سنگرام

ناتھ'' ہے اور خاص وعام کی زبان پر ہے۔

خدا پرست لوگ اس روز سے کتک، جاترہ اور اسکے متصل سنگ پتی گنڈ میں ہاتھی کی طرح فربہ (فرحناک) اور تندرست ہوتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد راجہ اس دنیا سے رحلت کر گیا اور اس سے راجہ جھگت سنگھ اور اس سے راجہ بھاگ سنگھ اور اس سے راجہ سنگار سنگھ اور اس سے راجہ میگھن سنگھ اور اس سے دیپ سنگھ اور اس سے فیروز سنگھ اور اس سے نراین سنگھ نے جگہ حاصل کی اور رعایا کی آسائش کے لئے کوششیں کیئں۔ سرکشوں اور مشکل علاقوں پر فوج کشی کر کے خدای تعالیٰ کے فضل سے سبھوں کو اتباع کے حلقہ میں داخل کر دیا۔ موضع بارشلہ جہاں سری لچھمی نرائن جی کا مندر واقع ہے کو برہمنوں کیلیۓ بطور جاگیر چھوڑ دیا اور بطور بٹولی مقرر کیا یعنی برہمنوں کو اختیار دیا کہ اگر کوئی بندی غلطی سے غیر ریاستوں سے جاسوسی کیلیۓ یہاں آئے گی یا کوئی آستان شریف میں رہنے کیلیۓ آئے انکو زبردستی قید کیا جائے اور واپس نہ بھیجا جائے۔ اسکے بعد ملنہ کی طرف یلغار کیا اور اپنی لگام کو منحرفوں کی طرف موڑا۔ وہاں کے انحراف کرنے والوں کو اپنے حرب وقتال سے مطیع (اطاعت گزار) بنا دیا ان سے زرین ترنج[۴۲] کو ہدیہ وتحفہ کے طور پر حاصل کیا پھر کشتواڑ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ کہتے ہیں کہ وہاں کے لوگ تھار کے ایام میں ترنج کے میوؤں کو راجہ کے حضور میں بطور نذر پیش کرتے تھے۔ اسکے بعد اس کا بیٹا راجہ سلھن سنگھ اپنے والد کی نشست پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنے عہد میں سرور، بنجواہ سے کالہ نے کی دریا تک اور بھدرواہ کی سرحد سے دھار پنچی سرحد اور پاڈر کے علاقے تک کے تمام شورانگیزوں کو زور بازو سے زیر کیا اور

انکی ارادت کو بھی کشتواڑ کی جانب راغب کیا۔ کاندنہ کے متصل ایک پہاڑی علاقہ پر ایک جگہ غیر آباد تھی چندروز وہاں قیام کیا اور ایک گاؤں آباد کیا جو آج کل سلانہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح سے اُس نے نئے قسم کے انتظامی امور انتہا تک پہنچائے اور آخرت کے عالم کی طرف بھاگ گیا۔ اس سے راجہ رائے سنگھ اور اس سے راجہ گنبیر سنگھ حکمران پیدا ہوئے۔ اسکی حکومت میں یہ واقع پیش آیا کہ غازی اکبر بادشاہ کو کشتواڑ فتح کرنے کا خیال آیا تین لوگوں کو فوج کا امیر بنایا۔ پہلا ہاشم خان دوسرا اصفدر خان تیسرا احمد بیگ۔ یہ تینوں فوجیوں سمیت کشمیر کے راستے سے کشتواڑ کی طرف آگئے۔ مغل میدان کے متصل جو کشتواڑ سے تین میل کی دوری پر واقع ہے اپنا ڈھیرا ڈالا۔ راجہ نے جب یہ خبر سنی تو اسکو وحشت کا اثر طاری ہوا تشویش کے تلاطم میں پڑ گیا۔ اپنے وزیروں سے اس مصیبت کو دور کرنے کا مشورہ پوچھا تو کوئی تدبیر چارہ گر ثابت نہ ہوئی۔ آخرکار اس طرح سے صورت آنکلی کہ سفید بالوں والی عورت جو سحر اور جادوگرنی تھی دستان کے راستے سے آئی جس نے رستم کی طرح سینکڑوں کو مصیبت کی چاہ میں ڈالا تھا۔ کالی گردن پر کالے بال سفید ہوئے تھے اسکا سر نیک افعال سے لرز رہا تھا اور ماتھا گیسو سے پُر شار اجل اور قضا کے لئے ہزاروں دشمنوں کو اضطرار اور انتشار کے تاثیر کے تحت کر دیا تھا۔ مغل میدان میں اپنے لئے ایک تنگ اور ہولناک درہ[۴۳] چن لیا اور عصا کو اپنے ہاتھ کو ایک پتھر کے نیچے خزید[۴۴] (ڈال دیا) کیا جسکو آج بھی بھوجہ بلو کہتے ہیں۔ یہ درّہ اس قدر تنگ ہے کہ ایک آدمی بھی مشکل سے عبور کر سکتا ہے۔ وہاں سے کوئی دوسرا راستہ کشتواڑ کی جانب نہیں جاتا تھا جسکی وجہ سے شہریار کے

لشکر کو اسی دڑے سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ مکارہ بوڑھی عورت نے اپنے عصا کے جادو سے ہر ایک کی پشت اور سر کو تیز صدمہ (دھکا) دیا جس کے جذبے سے وہ حواسات سے برگشتہ ہوئے اور دریا بُرد ہو گئے۔ اس طرح سے ہزاروں انسانوں کو اپنی جان سے مایوس کیا۔ دوسری طرف سے راجہ کا سرکردہ جس کا نام وزیر نراین پدیار تھا نے باقی دشمنوں پر پتھر برسا کر ہلاک کر دیا۔ چنانچہ اُن میں سے بیشتر وہیں مدفون ہوئے جو مغل مزار کے نام سے مشہور ہوا۔ اس زمانے میں ادوار کے اختلاف سے اہل زبان کے درمیان مغل میدان کے نام سے جانا جاتا ہے۔ راجہ جادوگرنی مکار سے خوش ہوا اور فخر والی خلعت بخش دی۔ اسکے چند مہینے بعد ملک الموت سے ملاقی ہوا۔ اس کے بعد (اسکے بیٹے) راجہ بیجی سنگھ کو راجگی کے کوس سے نوازا گیا۔ اس نے سراج سمند علاقے کیلئے اپنا ارادہ تیز کیا اور وہاں کے شریر والے جوانوں کو غضب کی تپش میں جلا کر ملک کو اپنے امن وامان میں لے لیا۔ ایک قلعہ تعمیر کیا اور ایک گاؤں آباد کیا جس کا نام بجار نہ رکھا۔ وہاں بادات کے گاؤں میں جو سرور کے علاُقے میں موجود ہے سکونت پذیر ہوا اور وہاں بھی فساد کرنے والوں کو اپنے منصوبوں کے تحت کر دیا۔ ایک رات سبھوں نے مل کر اس پر شب خون کیا اور اسے قتل کر ڈالا اور اسکے تمام مال واسباب کو تباہ کر ڈالا۔ اسکا خلیفہ بہادر سنگھ انکے ہاتھ نہ آیا اور راتوں رات کشتواڑ پہنچ گیا پھر گنائی کے گھر میں جو قوم ٹھکر سے تھا چھپ گیا جب وہاں کے لوگوں اور منتظمین کو اس راجہ کے بارے میں اطلاع ملی تو بہادر سنگھ کو شیر مادر (گنائی گھر سے) کے گھر سے نکالا اور اپنے والد کے قائم مقام بنا دیا پھر کثیر تعداد میں فوج جمع کی اور فتنہ پرور سرداروں پر حملہ کیا۔

تلواروں کے ضرب سے انکو مسلول [۴۵] اور تیغ سے رنگین کر کے واجب سزا تک پہنچایا۔ کچھ وقت کے بعد علی شاہ چک جو کشمیر کا صوبہ دار تھا نے کشتواڑ کو تسخیر (فتح) کرنے کا ارادہ کیا۔ تین راستوں سے فوج کشی کی، جب بہادر سنگھ نے فوج کا بڑا لشکر دیکھا اور اپنی جماعت تھوڑی پائی اور مقابلہ کرنے کی جرئت نہ کر پایا تو اپنے بہن جس کا نام شنکر دئی تھا کو یعقوب چک جو علی شاہ کا پوتا تھا پیش کی اور ہر سال اپنے اوپر باج وخراج دینا قبول کیا۔ سنہ ایک ہزار پچیس ۱۰۲۵ھ میں تیسری دفعہ یعقوب شاہ چک نے اکبر شاہ کے فوج سے شکست کھائی اور اپنے قبائلوں سمیت کشمیر سے فرار ہو گیا اور کشتواڑ پہنچ گیا۔ پھر قضا کی مرضی کے مطابق شدید مرض میں مبتلا ہوا۔ ہر چند کہ افلاطونی فطرت والے طبیبوں اور ارسطو جیسے فطرت رکھنے والے حکیموں نے اسکی مداوا کے لئے کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا بالآخر کسی چارہ کے بغیر ہی اس فانی دنیا سے رحلت کر گئے۔

''اگر سارا آب حیات ہی دوا ہو گی لیکن
وفات کا وقت آجاتا ہے تو کچھ وفا نہیں کرتی''

راجہ اس واقعہ کے پیش آنے سے کافی تشویش میں پڑ گیا اور اسکا مقبرہ سرکوٹ میں تعمیر کیا۔ شنکر دئی جو اسکی بیوی تھی نے اپنے شوہر کیلئے بطور صدقہ ایک ندی کونکن برن کے پہاڑ کے اوپر سے پتھروں سے بنوا کر پانی کو درنگ کے وسط میں یعنی کشتواڑ کے بازار تک پہنچایا۔ خیر عام کیلئے اسی نیت سے سری نیلہ کنٹھ جی کے مندر کے متصل ایک تالاب تعمیر کیا جس سے لوگوں کو سرد پانی میسر ہوتا ہے۔ کانی ناگ سے ایک اور ندی جو گودر راجہ ناگ سے دو کلیو میٹر کی دوری پر واقع ہے روتر ان گاؤں تک جو

زیورہ کے نام سے موسوم ہے لائی۔ راجہ نے حکومت کرنے کے دن گزارے اور اعضاء کے قالب کو پھینک دیا۔ اس سے پرتاب سنگھ پیدا ہوا جو حکمرانی کی مسند پر بیٹھ گیا اور بھوت سنگھ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اسکے عہد میں ایک بہت بڑی فوج جو جہانگیر بادشاہ کے حکم سے مرزا حیدر، کوکہ میر اور میرزا محمد خان مغل کی سربراہی میں اس ملک کو فتح کرنے کے غرض سے آئے۔ راجہ کو اس کی اطلاع ملی اور خود اپنے فوجیوں سمیت مغل میدان کی طرف مقابلہ کیلئے دوڑا اور مضبوط شیر کی طرح صف آرا ہو کر انکو چاندی کے تلواروں سے دھواں دکھلایا۔ میرزا محمد خان ایک بڑی جماعت کے ساتھ قتل ہوا اور میرزا حیدر اور کوکہ میر شکست کھا کر کشمیر کی طرف چل پڑے۔ میرزا محمد خان کی بیوی اپنے شوہر اور فوجیوں کی شہادت سے باخبر ہوئی اور اسکے دل کو زیر وزبر ہو گیا اور یکبارہ قسم کھائی کہ جب تک کشتواڑ کے حکمرانوں مع فوجیوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگ ڈالوں اور انکی مٹی (راکھ) دریا میں نہ ڈالوں تب تک میرے جینے پر افسوس ہوگا۔ پھر بے آرام اور بے سکون ہو کر جہان بانی کے درگاہ میں درخواست کی کہ کامیابی والے فوج کی مدد کرے۔ جہانگیر شاہ کے دربار سے اسکی عرضی قبول ہوئی اور دس ہزار فوج جو افراسیاب کا جسم رکھنے والے تھے سنگ پورہ کے راستے سے کشتواڑ کی طرف روانہ ہوئے اور دریا کوڈی کو عبور[۴۶] کیا۔ وہاں سے آسمانی پُل یعنی بنڈارہ کوٹ کے جولہ تک پہنچ گئے۔ پل کے محافظوں نے اس سے پہلے ہی پل کو توڑ ڈالا تھا جس سے چندرہ بھاگا دریا انکے لئے رکاوٹ بن گیا۔ انکی نظریں دریائے کوڈی کے قریبی میدان پر پڑی جو برنجہ باغ کے نام سے مشہور ہے وہاں انہوں نے بنڈارہ کوٹ کے

پہاڑ پر قلعہ تعمیر کیا اور وہیں رہنے لگے وہاں بیٹھ کر کشتواڑ کو فتح کرنے کیلئے چارہ جوئی کر رہے تھے۔ آخر کار پوچھال پوہی اور ہولر کے رہنے والے چوپل کے محافظ اور دریا کے رہبر بھی تھے سونے کی لالچ میں آ کر انکے احسانوں کے تلے دب گئے۔ اسکو اپنی خوش بختی شمار کر کے راجہ کی نمک حلالی کا خیال تک نہ رکھا اور جولہ کو ہاتھ سے دینے کیلئے ہم مسلک ہو گئے۔ صبح کے وقت تبہ کاری کرنے والوں نے کشتواڑ جانے کا راستہ پا لیا اور صبح صادق کے وقت فوجیوں سمیت جولہ کو پار کیا اور چوگان کی وادی میں داخل ہو کر فتنہ وفساد شروع کیا۔ راجہ نے جب یہ خبر سُنی تو غم والم کے بھنور میں پڑ گیا اور آناً فاناً اپنے جنگی سامان کو لے کر جنگی سپاہیوں کے ساتھ مد مقابل میدان جنگ کی طرف چل پڑے۔ اس فسادگر، کینہ پرور اور حسد گر نے اپنے لشکر کو مارنے کا حکم دے دیا اور جنگ سے واویلا کرنے والے جنگجوؤں اور رزم خولوگوں پر کامیابی کے جام انکے سر اُٹھانے سے چوگان میدان میں اسطرح فرجام کئے گویا کہ انکو نابود کر دیا اور مردانگی اور دلاوری کی تحسین حاصل کی۔ بدقسمت راجہ نے جب اپنی طاقت کمزور دیکھی اور اپنے فوجیوں کی تعداد کو دشمن کے فوج کے مقابلے میں کم پائی تو اپنے قدم پست کئے اور بھدرواہ کی طرف بھاگ گئے۔ انکے گھر اور مال کو تباہ کیا گیا۔ محمد خان کہ اہلیہ آرام کے ساتھ تین مہینوں تک چوگان میں رہی اور زمین کے ایک ٹکڑے کو ایک باغ میں تبدیل کیا اور اسکے اردگرد گڑ یعنی مٹی کا حصار [۱۷] تعمیر کیا خود بیچ میں آزاد سرو کی طرح نامراد اور غصّے کی حالت میں بیٹھ گئی۔ اسطرح سے یہ باغ گرباغ کے نام سے مشہور ہوا۔ وہاں سے چونکہ کشتواڑ کی راکھ کو دریا میں ڈالنے کی قسم اپنی جان کے عوض کھایا تھا۔ ملک کی خرابی

اور تباہی کیلئے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کشتواڑ کے رئیس لوگوں نے کافی انکساری اور اعتذاری کی کہ اس کام سے رعایا اور پیشہ ور لوگ وسواس اور تشویش میں ہیں اور بے گناہ ہونے کے باوجود خوار و ذلیل ہو جائیں گے۔ انکی عرضی کو صواب جان کر بے گناہ لوگوں پر رحم کیا لیکن وعدے کو توڑنا بھی جائز نہ تھا پھر آزمودہ کار مدبروں سے کہا کہ وہ ایسی تدبیر نکالیں کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے[۴۸] یعنی ملک کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے اور اہل ملت سے بھی کچھ اخذ نہ کیا جائے۔ ملک کو سجانے اور بچانے کے غرض سے اسطرح سے واقع پیش آیا کہ ایک تالاب جو چوگان کے متصل یعقوب چک کے مقبرے کے قریب کھودا گیا اور اسکی مٹی (ہم شکل راکھ کے) دریا میں پھینک دی گئی۔ آج یہ برسرکوٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کام سے فراغت پانے کے بعد اپنے فوجیوں سمیت جنت نظیر کشمیر کا رخ کیا۔ راجہ بھوت سنگھ نے اسکے جانے کے بعد خلا خالی دیکھی اور پھر سے شاہین کی طرح پرواز کرنے لگا اور ملک کو اپنا شکار بنایا۔ اچانک شہباز کی پنجہ زنی سے اسکے جان کا مرغ اسکے قید سے عالم ارواح کی طرف پرواز کر گیا۔ اسکے پشت سے گورسین نمو حکومت کی مسند پر بیٹھے۔ اس زمانے میں پادشاہی فرمان جہانگیر کی طرف سے کشتواڑ کی فتح کے لئے دلاور خان کے نام جو کشمیر کا صوبہ دار تھا نافذ ہوا۔ اسکا نقل اس کتاب میں درج ہے۔

پادشاہی فرمان

''جہانگیر کے مسند حکومت پر بیٹھنے کے بارہ سال بعد جو بمطابق ایک ہزار اٹھائیس ۱۰۲۸ ہجری (دلاور خان نے) عالی شان فرمان پایا کہ اگر دلاور خان کشتواڑ جا کر کوئی کام نہ کرے تو جو کچھ آج تک توغ وتغارہ [۴۹] (عزت اور مال) ساری عمر بسر کر کے حاصل کیا ہے بیک دفعہ اس سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور لاتوں سے زدکوب کیا جائے گا''۔ دلاور خان نے جب یہ خبر سنی تو اسکے وحشت ناک اثر سے جلدی چلا گیا اور یوں کہہ رہا تھا۔

پی لے کیونکہ میرے اس سوز وگداز کے ساتھ کوئی اور شریک نہیں ہے
اس لمبے راستے میں کوئی میرا ساتھی نہیں ہے
میرے دل میں راز کے بہت سارے جوہر ہیں
لیکن میں کیا کروں کہ کوئی میرا محرم راز نہیں ہے

وہاں سے چونکہ وہ کافی خوش قسمت تھا اپنے بھائیوں اور اپنوں سے استدعا کی اور وہ کوہستانی راستے پر آ گئے۔ دلاور خان نے سنگپورہ کا راستہ، جمال خان نے مریوہ کا، جلال خان اور علی ملک نے اپنے بھائیوں سمیت برارہ بال کا راستہ اختیار کیا۔ کشتواڑ کے تمام علاقہ جات اپنے تصرف میں لے لئے چند بھاگا کے دریا کے کنارے توقف کر کے پانی پینے لگے۔ راجہ گور سنگھ انکے پہنچنے سے واقف ہوا اور نخوت

آمیز عرض کو دلاور خان فتنہ انگیز کی جانب اس مضمون کے ساتھ روانہ کیا کہ اگر آپ کی مرضی یہاں اس قلعے اور زعفران زار سے خراج حاصل کرنا ہے تو میں آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا اور اگر آپ اس سرزمین کو اپنے تصرف میں لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو سوائے خاک کے کچھ حاصل نہ ہو جائے گا۔ اس سے پہلے بھی میرزا محمد خان، احمد بیگ اور کوکہ میر، میرزا حیدر کو بغیر ہلاکت اور شکست سے کیا لے گئے اور (جہانگیر) کو کشمیر کے ابتدائی تسلط سے آج تک جبکہ بارھواں سال تخت نشینی کا ہے کئی بار اس ملک کو تصرف میں لینے کا خیال آیا لیکن میسر نہ ہو پایا۔ بہتر یہی ہے کہ اپنی لشکر پر رحم کر کے کشمیر کی مسند نشینی پر بیٹھ جائیں۔ اسکے مطالعے نے دلاور خان کی غضب کو مشعل کی طرح گرم کر دیا اور ۵۰۰ پانچ سو افراد کو جو جنگی ماہر تھے گھوڑوں پر سوار کر کے پہاڑ پر چڑھنے کے لئے حکم دیا۔ چندر بھاگا کے تند (سرد) پانی سے ہو کے کشتواڑ آئے اور بڑی جماعت میں سے اکثروں کو اجل کا ندیم (مار دیا) بنا دیا۔ راجہ کو قید کر کے اسکی نائی (بانسری) میں رونا اور اسکے پاؤں میں زنجیر ڈالدی اور دلاور خان کے پاس پیش کیا گیا۔ خان نے اپنے فوجیوں کو سعادت مند اور شجاعت (طاقت) مند کے الفاظ سے تحسین اور مبارک بادی دی۔ پھر کشمیر کی خوشحالی اور شادابی سے ہجرت کی اور کشتواڑ کے حالات کے بارے میں زمانے کے قبہ جہانگیر شاہ کی خدمت میں عرض داشت رکھی، کیونکہ حضور کے چمکتے نور سے قابل اطاعت فرمان پایا کہ کشتواڑ کے راجہ کے ساتھ چھے لوگ اور لا کر اپنے ملک روانہ کریں اور بیٹے کو بھائی سمیت پادشاہ کی درگاہ میں بطور یرغمال روانہ کریں۔ راجہ کو دو بیٹے تھے ایک جھگت سنگھ دوسرا بھگوان سنگھ۔

بھگوان سنگھ جو ہر فن میں ماہر تھا کو دہلی بھیجا گیا اور خود خلعت سے سرفراز ہو کر کشتواڑ آیا اور ماضی کے قوانین کے مطابق مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ چند سال بعد اس جہاں سے انتقال کیا۔ اس کا راجہ جھگت سنگھ جانشین ہوا۔ بھگوان سنگھ اسکا بھائی اوصاف حمیدہ اور پسندیدہ اخلاق سے مزین تھا۔ اس وقت جہانگیر شاہ دار الفناہ سے دار البقا رحلت کر چکا تھا۔ شاہ جہاں نے جہاں کے اورنگ کی جہاں بانی کو زینت بخش دی اور فوجیوں سمیت دکن کو تسخیر[۵] کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا۔ بھگوان سنگھ جو خود ایک سرگروہ اور دشمن کے صفوں کو منہدم کرنے کے قابل تھا جنگ میں مقابلہ کے بے سود حسد سے اپنا وقت تنگ دستی میں بسر کیا۔ (یہ لمحات دل تنگی میں بسر کئے)۔

دکن کو فتح کرنے کے بعد دار الخلافہ آگرہ کی طرف رجوع کیا۔ ایک دن شجاعت کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا تو ایک شخص نے ضمناً کہا کہ بھگوان سنگھ ریاضت اور عبادت میں کافی مہارت رکھتا ہے اسکا جائے عبادت ایک درخت کے نیچے تھا جہاں کافی خشکی تھی۔ آج کل وہ خیر و برکت سے طراوت آمیز اور شاداب انگیز ہے ظل سبحانی (شاہ جہاں) نے اسکے خداداد اوصاف سے متاثر ہو کر اسکے وجود پر مہربانی کے دروازے کھول دئے۔ دعا اور مطلب کے دروازے پر آنے کیلئے بادشاہ نے حکم دیا اور (بھگوان سنگھ) نے رسم دعا اور شرط ثنا بجالا کر عرضی پیش کی اور کہا کہ شہنشاہ کے اقبال سے تمام چیزیں میسر ہیں لیکن دو مقاصد کے خاطر التجا کرتا ہوں۔ پہلی عرضی یہ ہے کہ پہاڑ کے راجے قید میں بند پڑے ہیں انکو قید سے آزاد کروایا جائے دوسرا یہ کہ جامہ ایسا ہو کہ جسکے دامن میں دو سو تریزہ[۵۱] لگے ہوں اور سونے کی چتر بھی عطا ہو۔ جہاں بانی

(شاہ جہاں) کے دربار سے آسمانی تائید کے ساتھ یہ عرضی قبول ہوئی ۔ پہار کے راجے رہا ہوئے اور جامہ جس میں دوسو تریزہ لگے ہوئے تھے سے اپنے تن کو آراستہ کیا۔اس زمانے میں جھگت سنگھ کشتواڑ سے بھدرواہ کی تسخیر کیلئے نکلا۔ پسانہ بلاوریوں نے راجہ کے آنے اور کشتواڑ کے خالی ہونے کی خبر سنی اور پہاڑ کے راستے سے کشتواڑ آئے اور اپنا تصرف جمایا۔ موصوف راجہ نے جب یہ خبر سنی تو حیرت کے بھنور میں گر گیا اور فی الفور اپنے پاؤں کو رکاب میں ڈال کر دوڑتے دوڑتے کشتواڑ پہنچ گیا۔ مخالفوں کے ساتھ جنگ کرنے لگا اور دلاوری کے حربوں کو بروئے کار لایا گیا۔ لیکن بدبختی کی وجہ سے کوئی فایدہ نہ ہوا اور وہیں قتل ہوا۔ دہلی میں بھگوان سنگھ نے جب یہ خبر سنی تو کافی تشویش میں پڑ گیا اور بلاوریوں کی حالت اور بدخصلتی کو حضور کی بارگاہ میں پیش کیا۔ شہریار نے بارہ ہزار آدمیوں کو جو جنگ کرنے میں ماہر تھے اور دوکھتریوں کو انکا سربراہ چن لیا جو آپس میں حقیقی بھائی تھے ایک کا نام جیون سین اور دوسرے کا نام پران سین، کو وزارت کے عہدے پر رکھ کر ملک کے ساتھ ارتباط اور قبضہ میں لانے کیلئے انکے ہمراہ (بھگوان سنگھ) بھیج دئے۔ پھر کشمیر کے راستے سے کشتواڑ داخل ہو گئے اور بندرہ کوٹ کے پل سے جلدی جلدی آ گئے اور دشمن کے سپاہیوں کو واصل جہنم کر دیا۔ خود راجہ کتک بلاوری اور اسکا وزیر بھوپت کو قید کیا گیا اور انکے سروں کو تن سے جدا کر دیا اسطرح سے بدلہ لیا جیسے کہ چوگان کے میدان میں کھیل رہے تھے۔ اس کے بعد تمام لوگ خوشی سے عزت کی مسند پر بیٹھ کر ایک مہینے تک ایک عظیم الشان جشن مناتے رہے جسکو کتک جاتر نام رکھا گیا۔ آیندہ نسلوں کے لئے حکم فرمایا کہ ہر سال ایک دن اس جاترہ کو چوگان

کے میدان میں منانا چاہیے۔ اسی دن سے کنک جاترہ کا رواج اس ملک میں رائج ہوا ہے۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملک کے انتظام کو چلانے کیلئے جیون سین اور پران سین جنکو وزارت سے نوازا گیا کو خلافت تفویض کی گئی اور کامیابی کے فوجیوں کو امیدواری کے مرتبوں کے مطابق خلعت عطا کی گئی۔ اسکے علاوہ انہوں نے ہدیہ اور باج وخراج کو دارالسلطنت آگرہ بھیجا۔ زندگی کے ایام آسانی سے بسر کئے گئے اور چلے گئے۔ اسکے بعد انکے نطفے سے راجہ مہا سنگھ جو راجہ مہا جان کے نام سے زمانے میں مشہور ہیں سال ۱۰۷۳ھ ایک ہزار تہتر ہجری میں دنیا سے آکر وراثتی ملک کے قبضے میں چلے گئے۔ کہتے ہیں کہ انتہائی عادل، سخی اور شاستری علم، فارسی اور عروض میں بے مثال تھا۔ یہ اشعار اسکی تصنیف سے ہیں۔ نظم

مصیبت کے ہونٹوں سے دولا نکالے تو کیا کیا
اپنا قدم جب لا سے لا کیا تو کیا کیا
اے سرخ چہرہ رکھنے والے اس سرو جیسے قد رکھنے والے کے سوا
قیامتیں برپا کیں تو کیا کیا
مِس کو سونا بنانا کوئی ہنر نہیں ہے
سونے کو مٹی بنانا کیمیا ہے
اس اور اس کے قید سے رہائی پانا رہائی ہے
اپنے آپ سے بیگانہ ہونا ہی آشنائی ہے
سرما کی ٹہنی کی طرح عریان ہو جاؤ

پارسائی کا لباس خود نمائی ہے
اے دوستو میں ہمت کر کے قسم کھاتا ہوں
اگر خدا سے طلب کرتے ہو تو یہ گدائی ہے

مذکورہ راجہ کے عہد تک مسلمان قوم کے اثرات سابقہ عہدوں میں اس ملک میں نہ تھے۔ عدل واحسان کے خیال سے کشمیر سے آئے اور آباد ہوئے۔ ملا بہادر اور ملا حسین جو ملا محمود کے بیٹے ہیں دہلی کے بادشاہ کے حکم کے مطابق اس سرزمین میں وارد ہوئے اور کشتواڑ شہر کے وسط میں مسجد کی بنیاد ڈالی۔ شہنشاہ خورشید کے دربار سے ایک سو اسی ۱۸۰ افروار شالی سال میں اور بارہ آنہ ہر مہینے حاصل کرتے تھے۔ یہ بات لوگوں میں ضرب المثل ہے کہ ایک شخص جس کا پیشہ فقیری تھا۔ باٹھ قوم کا احسان اور مروت کے صفات سے مزین تھا۔ راجہ سے باخبر ہوا اور بھیک مانگنے کے لئے آیا۔ راجہ نے اسے ایک لاکھ روپیہ عطا کر کے اسے ظاہر کیا کہ مجھ جیسا پہار میں کسی بادشاہ کو نہ دیکھا ہوگا۔ باٹھ نے یہ خبر سنتے ہی دینار کے انبار پر پیشاب کیا۔ اسطرح سے راجہ کا جواب دہندہ بن گیا۔ کہا کہ میری طرح بھی کسی کو نہ دیکھا ہوگا جو ایک لاکھ روپیہ پر پیشاب کرتا ہے۔ یہ کہا اور زر (سونا) پھینک دیا اور چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ اسکے دور میں بارش کی بہت کمی ہوئی اور ننگے پاؤں اور آنکھوں سے آنسوں بہاتے ہوئے نیلہ کنٹ جی کے مندر آ کر بھاگا زبان میں مناجات کرنے لگا۔ نظم [۵۲]:

سوگن لاگی ستمر سوجھن
مرگھ سب بن میں سوئی رہیں روئی کی

ہالی ہل بہائی حیران بہوئی
گہتیں مون کھ دسون
اب کب برسوگی کہوئی کی بنتی مہاجان جی بورن گی
ہاہا سنو پر بوسری نیلہ کنٹ رہی سوئی گی۔
پر جاکی پر دگھن ہار سہائی کی کرد سنبال
دیجی مہاراج مہربان ہوئے کی

اسکی دعا قبول ہوئی باران رحمت کا نزول ہوا اور خشک زمین کے ہونٹوں کو تر و تازہ کیا۔ اس کے بعد کچھ ہی عرصہ گزر گیا کہ راجہ کا زندگی سے رشتہ منقطع ہو گیا۔ اسکے بیج (نطفہ) سے راجہ جے سنگھ نے جہاں کے باغ میں اپنے وجود کے بیج ظاہر کئے اور حکومت کی مسند پر بیٹھ گیا۔ اسکے بعد کرت سنگھ نے جو اسکا بیٹا تھا ماضی کے قواعد کے مطابق حفظ اللہ خان جو کشمیر کا نواب تھا کے ساتھ مراسم پیدا کئے۔ اسکے عہد میں شاہ فریدالدین مرتاض بغداد سے یہاں پہنچے۔ اسکے تین بیٹے تھے۔ شاہ اسرالدین جو چودہ سال کی عمر میں اس دنیا سے چل بسے اور چوگان میں دفن کئے گئے۔ دوسرا اخیارالدین جس نے کشمیر میں سکونت کی اور وہیں فوت ہوئے پھر یہاں لایا گیا اور اپنے والد کے ساتھ ہی دفن کئے گئے۔ تیسرا شاہ انوارالدین جو ایک سال کی عمر میں چلے گئے۔ ان سے انکی نسل باقی نہیں رہی۔ اسی زمانے میں حافظ ابوالقاسم جو حافظ غیاث الدین کا بیٹا تھا آگرہ کے شہر سے آیا اور راجہ کی طرف سے عالم گیر شاہ کے دربار میں وکالت کیلئے مقرر ہوئے۔ اسکا بیٹا حافظ عنایت اللہ شاہ اخیارالدین کا خلیفہ ہوا اور عالم گیر شاہ سے

چھ لاکھ جانوروں کو ماگام کے علاقے سے جاگیر کے طور پر پایا۔ کہتے ہیں کہ ۱۰۹۹ھ ایک ہزار ننانوے میں عہد کے روز کشمیر کے نواب نے کرت سنگھ کو زبردستی محمدؐ کی شریعت کے تابع کر دیا تھا اور راجہ سعادت یار خان کے لقب سے نوازا گیا۔ ایک دن اپنے ساتھیوں سمیت شان وشوکت سے کشتواڑ آیا اور راجہ جے سنگھ نے حسرت سے اسکے چہرے کی طرف نظر نہ کی اور اس نے دنیا سے اپنی آنکھیں موند لی۔ اس سے نام لینے والا حکمران باقی نہ رہا۔ جب کشتواڑ میں وزیر خواجہ فتح کی رعایا میں وابی رام بد مار بنتا نے اپنے وجود کی کنجی کو شان وشوکت کے چمن میں آب حیات سے سیراب کیا (شہرت حاصل کی) تو تعصب اور حسد سے گل کی سرخ ہو کر دغابازی کے پتوں کو تیار کیا (دھوکے سے وزیر خواجہ فتح کو مانے کی سازش کی) اور خواجوں کو شہید کروا کر ان بد خصلتوں کے دل میں حسرت کے کانٹے چبائے۔ راجہ نے غنچہ کی طرح خود کو سمیٹ کر خوش دلی اور خوش حالی سے رعایا پر زر پاشی کی۔ اس وقت یعنی پچیس ماہ رمضان شیخ نظام الملک کو جس کو ہندی زبان میں بھائی کہتے ہیں کے توسط سے بھوت دئی جو راجہ کرت سنگھ کی بہن تھی شہزادہ محمد کے ساتھ نکاح کیا گیا۔ اسکے بعد مذکورہ راجہ نے اپنے بھائی میاں محمد کو اپنی منکوحہ عورت کے ساتھ دہلی بھیجا۔ شہریار اسکی اطاعت سے متاثر ہوا اور شاہانہ طور پر اس پر مہربان ہو گیا اور اسکو صوبہ کشمیر کے ذیل کے گاؤں بطور جاگیر بخش دئے۔ ہابلشی، اگھرن، تنگن پورہ، ششتر گام، گوجر گام، کلی پورہ، پہلگام، تارہ زوہ- زمانے کی ٹیڈی گردش کے ساتھ راجہ کی عمر کا رفتار زوال پذیر ہوا اور پالیز میں دفن کئے گئے۔ اسکے عجائبات میں سے یہ حالات ہیں کہ جو تپ لرزہ میں مبتلا ہوں اسکے

مقبرے کی خاک کے ساتھ چھونے سے عذاب الیم سے رہائی پاتے ہیں۔ اسکے بیٹے راجہ ملوک سنگھ نے ملک حاصل کیا اور راجہ سعادت مند خان کے لقب سے سرفراز ہوا۔ اسکے چار بیٹے تھے۔ پہلا گمان سنگھ دوسرا مہر سنگھ تیسرا سجان سنگھ اور چوتھا دلیل سنگھ۔ گمان سنگھ بغیر کسی شک کے فوت ہوا۔ مہر سنگھ نے راجگی (حکمرانی) کے فرش پر چمکتے ہوئے چاند کو روشن کیا۔ اسکے دو بھائیوں کو ہمیشہ خصومت اور اختلافات پیدا ہوتے تھے۔ ہر روز کینہ پرور بن کر جنگ کے جوہر دکھاتے تھے۔ آخر کار راجہ سجان سنگھ تنگ آ گیا اور راجہ جموں جو رنجیت دیو کے لقب سے ملقب تھا کے پاس گیا۔ دلیل سنگھ کو اپنی عقل راجہ چنبہ کے فتح کی دلیل بنی۔ اس زمانے میں راجہ بسولی بھی صفائی کرنے کے لئے جُڑ گیا کہ کشتواڑ میں فتنہ وفساد برپا ہوا ہے۔ اس نے کثیر تعداد میں فوج جمع کی اور کشتواڑ پر غلبہ حاصل کیا۔ راجہ مہر سنگھ اپنی نحوست سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر شکست کو غنیمت جان کر بھاگ گیا۔ دوسری طرف سے راجہ چنبہ جو رائے سنگھ کے نام سے مشہور تھا۔ دلیل سنگھ کی زبان سے کشتواڑ کے حالات سے واقف ہوا اور بارہ ہزار فوج جمع کر کے اسکی تسخیر کے لئے وارد ہوا۔ جب راجہ بسولی کو اس شور و شر کی خبر ملی تو غضب کی آگ کو اور بڑھکایا اور اکثر گھروں کو جلا دیا اور انکے مال واسباب پر غارت گری کی یہاں تک کہ اپنی سنگدلی سے سری نیلہ کنٹ جی بھی اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے ملک کی طرف رجوع کیا۔ رائے سنگھ نے بغیر کسی مزاحمت کے اپنے ملک کشتواڑ کو ہاتھ میں لے لیا۔ چھ مہینوں تک چوگان کے صحرا میں توقف کیا یہاں تک کہ مہر سنگھ کشمیر سے کثیر تعداد میں فوج کے ساتھ ''معلیٰ لقب ؒ'' کے مدد کے ساتھ آیا اور کشتواڑ پر قبضہ کیا۔

نقل ہوا ہے کہ اس زمانے میں کشمیر کے رئیسوں میں مکند رام پنڈت در اپنی اندرونی رنجش کی وجہ سے جو اسے نواب کے ساتھ تھی یہاں آیا اور ایک محل رہنے کیلئے بنایا۔ ایک باغ جو لوگوں کی آنکھوں کو بصارت دے سکے بھی تعمیر کیا جس سے جنت سے (روضہ رضوان) ذرا برابر بھی فرق نہ تھی۔ اسے آج بھی درہ باغ کہتے ہیں۔ اُس سے ایک کنواں بھی جو پتھروں سے بنا ہوا ہے باقی موجود ہے۔

المختصر راجہ مہر سنگھ (depression) مالیخو لیا (Meloncholia) مرض میں مبتلا ہوئے جسکی وجہ سے اسکے جسم کا قالب خالی ہوا۔ راجہ سجان سنگھ نے کشتواڑ میں خالی خلا ہونے کی خبر سنی اور راجہ رنجیت دیو کے دربار میں وراثتی ملک میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ موصوف نے کامیابی کے لشکر کو اسکے ہمراہ کر دیا اور کشتواڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ راجہ اکیلئے دارالحکومت میں رہا۔ اپنے والد جس کا نام راجہ عنایت اللہ سنگھ تھا کو یرغمال کے طور راجہ رنجیت دیو کے پاس بھیجا اور انکو حکومت سے ترک کر دیا۔ مہر سنگھ کے مشیروں نے جو سجان سنگھ کے محبت سے خالی تھے حسب تقدیر ان میں سے ایک کو زنجیروں میں قید کر کے سمسکار یعنی شمشان میں جلانے کیلئے چوگان کی طرف لے گئے۔ سجان سنگھ نے قابو پا لیا۔ دشمنوں کو تاخت و تاراج کر کے چوگان کے وسطہ میں مٹی اور تیر برابر کر دیئے۔ پتہ چلا کہ نہایت عادل اور انتہائی مسکین نواز اور مظلوم نواز تھا۔ دس سال تک حکومت کی اور زمانے سے باکمال چراغ اور روشنی کی طرف تشریف لیا (یعنی فوت ہو گیا)۔ موضع کنڈی پہنچ کر ملک الموت سے مصافحہ کیا۔ اسکے بعد پرتھی سنگھ جو مرحوم راجہ کے قوم سے تھا چھ مہینوں تک اپنے والد صاحب کے منصب پر قائم

رہا۔ ایک دن سیر و شکار کرنے کیلئے ہنڈارہ کوٹ کا رخت باندھا۔ عجب سنگھ جو مہر سنگھ کا بیٹا تھا اسکے پیچھے آیا اور پُل سے دھکا دے کر دریا میں پھینک دیا اور خود اختیار والا حاکم بن گیا۔ راجہ رنجیت دیو نے جب اس سانحہ کی خبر سنی تو راجہ لال دیو کو فوج سمیت کشتواڑ بھیج دیا۔ عجب سنگھ کے قبضے سے ملک چھین لیا اور دو سال تک ملک کے انتظامی امورات چلائے۔ جب راجہ رنجیت دیو موت کے قریب پہنچ گیا بھدرواہ کے راجے اور کشتواڑ کے راجہ کے بیٹے جنکو یرغمال بنایا تھا کو سامنے بلایا اور خود حکم دیا کہ دونوں کو خلعت دے کر اپنے ملکوں میں بھیج دیا جائے۔ عنایت اللہ سنگھ تیز مزاج تھا اپنی جان پر نامہربان ہوا اور گستاخانہ طور اپنی زبان کھول دی اور کہا کہ میں سرکار کا نمک حلال ہوں وفات کے بعد اپنے ملک چلا جاؤں گا۔ راجہ رنجیت دیوان الفاظ سے رنجیدہ ہوا اور غصے میں آکر اسے قلعہ باہو میں محبوس کیا۔

راجہ کے وفات کے بعد سراج اور کنٹھی کے کوتوالوں نے عنایت اللہ سنگھ کا رقعہ رات کے وقت خداوند متعال کی مہربانی سے باہو قلعہ سے لیکر سراج تک پہنچایا۔ جب یہ زود اثر اطلاع راجہ لال دیو تک پہنچی تو اپنے فوجیوں کو سربراہوں سمیت لیکر مذکورہ راجہ کو گرفتار کرنے کیلئے سراج روانہ ہوا۔ چونکہ جب عوام کی مرضی راجہ لال دیو کی حکومت کرنے میں تھی تو کنٹھی کے لوگوں کے ساتھ بات کر کے اتفاقاً ہجوم ہوا اور لالہ دیو پر اپنی آنکھیں سرخ کر دیں اور ملک سے جلای وطن کیا۔ عنایت اللہ سنگھ کو حکومت کی مسند پر بٹھا دیا وہ (مومی الیہ[۵۴]) اپنے عہد میں صاحب تہذیب و تمدن اور انصاف تھا اور فارسی علم میں اسے مہارت حاصل تھی۔ اسکے اشعار سے یہ شعر ملاحظہ ہو۔ نظم:

زعفران کی بہار چمن میں ہی اچھی ہے
وطن میں ہی عیش ونشاط سے جان دینا بہتر ہے

کہتے ہیں کہ اسکے عہد میں جب وہ باہر تھا کشتواڑ کے لوگوں کو سرمایہ میں بے رونقی ہوئی۔ پھر راجہ عنایت اللہ سنگھ پاڈر کے علاقے کی طرف روانہ ہوا اور لوگوں پر غارت گری کی۔ جتنا بھی مال ومواش ہاتھ لگا چوگان کے صحرا میں جمع کیا اور لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ وہاں سے ملکِ بھدرواہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں تاراج کر کے اسی طرح اللہ کی خلقت کی پروش کی۔ اسکے عہد میں نواب آزاد خان صوبہ کشمیر میں مسند نشین تھا۔ ایک دن سیاحت کرتے ہوئے مقامِ لیسر تک کافی شان وشوکت سے پہنچ گئے۔ وہاں اُسے کشتواڑ کی یاد آئی۔ شاہ آباد کے سربراہوں سے دریافت کیا کہ ملکِ کشتواڑ میں کون حکومت کر رہا ہے۔ انہوں نے راجہ عنایت اللہ سنگھ کا نام حضور کی بارگاہ میں عرض کیا۔ کہا کہ وہ اس قوم کے سامنے (کشمیر کے حکمران) کیوں حاضر نہ ہوا۔ انہیں چاہے کہ جناب مستطاب[۵۵] کے دربار میں پیش ہو جائے۔ اگر حکم کی تعمیل میں کسی قسم کا تجاوز وتبدل کیا تو غضب کے آگ سے تیغ کے پانی کی طرح جلوہ دکھادوں گا اور کشتواڑ کی مٹی کو برباد کروں گا۔ اسکیلئے میں اس فتنے سے بھری خبر کو سنتے ہی ملک کے صفیر اور بہادر ملک شاہ آبادی جو راجہ کا خاص قریبی تھا نے گھوڑے کی لگام موڑ دی اور راجہ عنایت اللہ سنگھ کو حالات سے (تھوڑا بہت) واقف کرایا۔ راجہ نے اُسی وقت با اعتبار اور بارسوخ لوگوں میں سے دو کو تیار کیا اور دو گھوڑوں پر سوار کر کے کشمیر کی طرف روانہ کیا اور انہوں نے نواب آزاد خان کی بارگاہ میں بندگی کے آداب ادا کئے اور اس

خطا بخش کے سوال کے جواب میں کہا کہ اگر آپ کو ملک کی خواہش ہے۔تو خود آنے سے پہلے ایک ہوشیار وکیل کو ہمارے سامنے پیش کار کے طور بھیج دیجئے اور اگر نہ تو اپنے ہاتھ ہمارے ملک کے تصرف سے اُٹھا دیجئے۔ پھر مولوی حفیظ اللہ کے ساتھ جو زمانے کے نامور وکیلوں سے سبق حاصل کرتا تھا متفقانہ وکالت کیلئے مقرر ہوا۔ کشتواڑ کے راجہ کو نواب نے خلعت اور سرافرازی سے نوازا اور دے دیا پھر وہ آہستہ آہستہ کشتواڑ میں داخل ہوا۔ ایک دن اپنے طاق کے سامنے اپنے مصاحبوں اور پیرزادہ نورالدین سمیت جو آستان بالا کا مجاور [۵۶] بھی تھا عیش وعشرت کے ساتھ بیٹھے تھے جو ایوان خانہ کے مدمقابل ہے۔ شیشے میں اسکی نظریں جو ہر نما ہوئیں اسی وقت یہ رباعی ہدیہ کے طور نورالدین کو کہی ۔

راج محل سی صورت دیدم گنج گسل گر جاتی ہے
چولی لالی رنگ برنگی پران لے کر جاتی ہے
شیش ناگن موگھت نہ بولی کالی ناگ ڈساتی تھی
اگھون ماری تا کھون مارے پلکوں تیر چلاتی تھی

ستم گر کی آنکھیں جو قتل کرنے کیلئے کمین (خفیہ جگہ) میں بیٹھیں ہیں
دین کے مردوں پر تلوار نکالی ہوئی بیٹھیں ہیں
آتشی چہرہ کر کے جب وہ باغ کی طرف چل پڑی
تو پھول کو شرمندگی سے ماتھے پر پسینہ لگ گیا

نورالدین نے جب دیکھا کہ پردہ دری کی نظر اور کینہ وفساد والی زبان شعلہ

کی طرح تیز کی تو عمو کے بیٹے جسکا نام راجہ عنایت اللہ گلاب سنگھ تھا کے ساتھ مشورہ کر کے اسکی ہلاکت کے لئے منصوبہ بنایا۔ مصلحت کے طور پر معاجین مبہی[۵۷] راجہ کو کھلاتے تھے تاکہ اسکے جسم کی شہوانی قوت تیز ہو جائے۔ رات کے وقت سیر کے بہانے اسکو دولت خانے سے نکال کر سرکوٹ تالاب کے پاس لے گئے۔ ہاتھ پکڑ کر چوگان تک پہنچ گئے اور وہاں رک گئے۔ نور الدین نے اغیار کی جگہ خالی دیکھی تو شمشیر سے اسکے جسم پر ضرب کاری کی۔ مرتے مرتے اس نے یہ ابیات کہے۔

ای دل کریم کے ساتھ سروکار ہے مت ڈر
اسکی مہربانی (خدائی مہربانی) قدیم ہے مت ڈر
کئے اور نا کردہ اور ہمارے نیک و بد سے
کوئی فایدہ یا نقصان نہیں ہے کیا ڈر ہے مت ڈر
وہ ہوں کہ جو علم سے گنہگار ہوا ہوں
قلم کی طرح ہمیشہ سیاہی بن بیٹھا ہوں
ساری عمر تباہی میں ہی گزری ہے
یہاں تک کہ خدا کی رحمت سے جا ملا ہوں

لوگ اسکے وفات پر کافی پریشان حال ہوئے کیونکہ احسان کے پھندوں کو انکی گردنوں میں ڈال رکھا تھا۔ انتہائی فریب کے بعد راجہ کو پاکیزہ مکان میں دفن کیا گیا۔ گلاب سنگھ نے حکومت کے ہاتھ دراز کر دئے اور نور الدین کو وزارت کے عہدے سے ممتاز کیا۔ چالیس ۴۰ دن تک اسکی حکومت پایدار رہی۔ یہ مدت ختم ہو

جانے کے بعد کشتواڑ کے سربراہوں نے ایک جماعت بنائی اور آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ گلاب سنگھ اور نور الدین جو فتنہ وفساد اور بغض وعناد کے سرمایہ تھے کو قتل کیا۔ راجہ تیغ سنگھ جو عنایت اللہ سنگھ کا بیٹا تھا ان دنوں ایام طفلی میں ہی تھا اور حکومت کی کرسی پر بٹھایا گیا۔ راجہ موصوف نے چالیس ۴۰ سال تک حکومت کی۔ ڈنگ، سراج، مریوہ، باٹہال، کشتواڑ کے احاطے اسکے تصرف میں تھے۔ اسکے دو وزیر صاحب تدبیر تھے ایک وزیر لکھپت رائے جو پدیار قوم سے تھا دوسرا وزیر خواجہ گلا بونچہ مشہور ہے۔ تیغ سنگھ کے عہد حکومت میں ہر انسان مار کی فکر اور جگر خوری سے محفوظ اور امن میں تھا۔ ملک کے تمام حصّے اہل شہر کے جاگیر تھے۔ خاص وعام کے دلوں کے لئے مرہم بنا تھا۔ اسکے انتظامات میں سے راقم جو کچھ تحریر میں لا رہا وہ یوں ہے۔

سپاہیوں کے قوانین

سپاہی آٹھ سو کے قریب دوسری ریاست سے ملازم ہوتے تھے۔ انکے معاوضے (اجرت) کی تشریح حسب ذیل ہے۔

عہدہ داروں کی تنخواہ ہر مہینے فی نفر کے حساب سے۔ ۲۰ (صرف چھوٹے بیس روپئے)۔

سپاہیوں کی تنخواہ ہر مہینے فی نفر کے حساب سے۔ ۱۰

جنگ کے دوران رعایا ہر گھر سے ایک نفر اور کچھ گھروں سے دو نفر خود جمع

ہوتے تھے اور اسلحہ کا بھی گھروں سے لاکر استعمال کرتے تھے۔

اہل کاروں کے قوانین

ہدیال والہ پڈیاران کے قوم سے تھا لکھپت رائے کی وزارت میں وزیر کے عہدے پر تھا اور ملکی و مالی انتظامات کے امورات میں کام کرتا تھا۔تنخواہ بمطابق ذیل لیتا تھا۔

نقدی

گھر والوں کی زمین سے کچھ نہیں لیتا تھا۔جا گیر کے طور پر موضع ڈول دیا گیا۔

خواجہ بھونچہ خواجہ قوم سے تھا جو شہر خاص کا رہنے والا تھا۔گلاب کا فرزند ابا وجداًوزارت کے عہدے پر نامور تھا۔اسکو انتظام اور فوج تفویض کیا گیا تھا۔

تنخواہ ذیل کے مطابق

نقد: پورے سال صما۔زمین معاملے میں مانگی معاف تھی۔جا گیر کے طور پر ناگ سینی کے دو گاؤں اور سراج میں بھی دو گاؤں۔دجھلا، چرجی، تراما لکوہا،ملوانہ چالت والہ قوم سے

شہر خاص سے وزیر بلی رام۔خانگی زمین معاف۔جا گیر پانچ گاؤں۔

ا۔کونتوارہ سے ہودنہ کا گاؤں

۲۔اودیل سے مٹا گود

۳۔ سرتھل سے تگانا

۴۔ سراج سے نہور گہہ

۵۔ خاص ڈوڈہ

دہنا شان کوتوالی کے عہدے پر۔ خانگی زمین معاف۔ جاگیر۔

۱۔ ناگ سینی سے موضع پولر

۲۔ اودیل کے علاقے سے رہل

۳۔ قلر کے سراج علاقے سے دربھا کو کا ایک گاؤں

۴۔ گواری [۵۸] اور دو گھر

نقدی

چو یوتر سے پورے سال ۲۰ (روپئے)

میتہ امرو شہر خاص کا رہنے والا تھا اور جنگی وملکی دفاتر پر قابض تھا سراج کے علاقے سے ہر زمیندار کے گھر سے ایک خام روپیہ مقرر تھا۔

پنڈت قوم سے

بخشی نندہ رام۔ فوج بخشی کا سربراہ۔

بخشی چیتہ رام۔ مراسلہ نویس تھا

پنڈاریان قوم سے

پریموشان۔ مودی خانہ کیلئے مقرر تھا۔ تنخواہ حسب ذیل مقرر تھی۔
خانگی زمین معاف۔ جاگیر۔ علاقہ قلر سے کونتوارہ کا ایک گھر۔ تریگام کے خاص علاقے سے موضع کونجی کا ایک گاؤں۔ پچھلی لحہ سے موضع پوہی کا ایک گاؤں۔

پڈیار قوم سے

راموبڈیار اور اوتم بڈیار جومتا کے رہنے والے تھے۔ درجہ ذیل خدمات پر مامور تھے۔

راموبڈیار۔ مصاحب تھا اور اوتم بڈیار کاروار تھا۔ تنخواہ ذیل کے مطابق
زمین معاملہ میں خانگی معاف۔
جاگیر۔ ناک سینی سے دو گاؤں ڈجی اور چندیہ۔

مسلمان قوم سے

مولوی حفیظ اللہ جو حافظ کا پوتا تھا۔
عنایت اللہ کشمیر کی وکالت پر مقرر تھا۔
تنخواہ حسب ذیل

زمین معاملہ خانگی معاف۔ جاگیر چھے گاؤں۔

۱۔ اڈویل کے علاقے سے روتی

۲۔ سراج سے دوگاؤں

۳۔ کونتوارہ میں دربیل گورنے

۴۔ ناگ سینی سے قریہ انمول

۵۔ سرور سے راش گوار

۶۔ بڈوت

قاضی بہاالدین مصاحبان میں سے تھا۔ تنخواہ مسلمان قوم کے لوگوں سے، ساکنہ سراج کے رہنے والوں سے نکاح کے وقت فی خانہ زمیندار ایک روپیہ خام مقرر تھی۔ سراج سے ملکھر یانہ گاؤں جاگیر میں تھا۔

قاضی عزیز اللہ مصاحبان میں سے تھا۔ تنخواہ پورے سال (۵۵) روپیہ خام اور پوشاک کیلئے (۴۰) چالیس روپئے۔ مزید ۱۵ پندرہ روپے۔

نقدی کا معاملہ معشیت کے مطابق زمیندار کے ہر گھر سے تین روپیہ سے پانچ روپیہ خام مقرر تھا۔ دسوادارنہ کے گھروں سے رقومات ابتدا میں آٹھ آنہ سے ایک روپیہ خام درجہ بدرجہ حاصل کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ شاہ شجاع الملک اسکی حکمرانی کے دوران لاہور سے بھاگ کر کشتواڑ وارد ہوا تھا۔ دوسال تک یہاں قرار کیا۔ یہاں کے راجہ نے طرح طرح کی خاطرداری اور مہرورزی دکھائی۔ جو گندکی (کدورت) لاہور سے اسکے حال کو دامن

گیر ہوئی تھی۔ پوری کی پوری فراموش کرائی اور بادشاہ کے ساتھ چونکہ صنعت شاعری میں موزون طبیعت رکھتا تھا (شاعری کرتا تھا)۔ ایک دن دونوں یعنی شاہ اور راجہ اپنے خادموں سمیت چوگان کی تفریح گاہ کی طرف سیر کرنے کیلئے تشریف فرماتھے۔

سیاحت کے دوران راجہ کے ساتھ مشاعرہ شروع ہوا۔ چنانچہ ان تین اشعار میں پہلا مصرع شاہ سے اور اخیر کے تین مصرعے راجہ کی تصنیف سے ہیں۔

تیغ سنگھ	شاہ شجاع الملک
خوشگوار شراب کو محبت ہے	یار کے میگون ہونٹوں کو محبت ہے
مشکبار سنبل کو محبت ہے	بدمست بادل اور فریاد کرتی تار
داغ دار جگر کو عشق ہے	میرے آہوں نے چاند کے دل میں جگہ لی

دوسری دفعہ راجہ سیر کیلئے چوگان چلا گیا شاہ نے ہدیہ کے طور پر ایک مصرع لکھ دیا۔

سرو کے اوپر ماہِ تابان کو دیکھا نہ دیکھا تھا۔

راجہ کا جواب

شمشاد کو خوش حال پایا نہ دیکھا تھا

مزید شجاع الملک کے اشعار سے یہ شعر ہیں

میں نے کہا کہ تم گل، حور یا پری ہو، کہا کہ تینوں
میں نے کہا صنم، چاند یا سورج ہو، کہا کہ تینوں
میں نے کہا کہ کیا دل کو ایک ہی نظر سے چھین لیا

چوری، دغل دوزی یا جادوگری، کہا کہ تینوں
میں نے کہا کہ ایسارعنا (پھول کا نام) جیسا قدتم رکھتے ہو
سرو، الف یا ترو تازہ ٹہنی ہو، کہا کہ تینوں
میں نے کہا کہ ان نطق ہونٹ اور شکرریز لعل کے ساتھ
قند، شہد یا شکر ہو، کہا کہ تینوں
میں نے کہا کہ ان کالے پریشان گیسو کے ساتھ آپ
رنگیلے، بازیگر یا مشک تر ہو، کہا کہ تینوں
میں نے کہا کہ وہ شجاعت کہ جس سے دل اور عقل کو چھین لیا
تم حور ہو، فرشتہ ہو یا بشر ہو، کہا کہ تینوں

راجہ تیغ سنگھ کے طبع زاد یہ شعر ہیں۔

اپنے چہرے سے نازنین ہاتھوں سے چاندی کا نقات اُٹھاتی ہے
میرا دل پھول کے غنچہ کی طرح کھِل جاتا ہے صبح میرا گواہ ہے

الحاصل شاہ شجاع کشتواڑ میں دو سال تک حکومت کے ساتھ منسلک تھا۔ پھر اسکی جگہ بطور وزیر خواجہ پھونچہ جو گلابو کا بیٹا تھا مسند پر بیٹھا۔ اس زمانے میں عظیم خاں جو فوج کا سردار اور کشمیر کا صوبہ دار تھا نے شاہ شجاع الملک کی طرف یوں مضمون عرض کیا کہ اس زمانے میں موصوف خان جسمانی آزار میں ہے اگر سرکار کشمیر کا ارادہ رکھتا ہوگا تو انتہائی جاہ اور حشمت کے ساتھ تشریف لائیں۔

شاہ (ممدوح) جسکی تعریفیں کی گئی نے گرما کے دنوں میں اپنی کوشش کو بے

کارچھوڑ کر کہالت میں بیٹھ گیا۔ موسم سرما کے آغاز میں جس کا آغاز دیما یعنی پوہ (کے مہینے) سے ہوتا ہے۔ راجہ تیغ سنگھ آٹھ ہزار جرعت منداور خونخوار سپاہی لیکر جنت نظیر کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ کتل سے ہوتے ہوئے رات کوت کرہ بہامیں گزاری۔ تقدیر کے حسب حال سے آسمان پر گھرے بادل چھا گئے اور کافی برف پڑی۔ انہوں نے آگے بڑھنے میں مصلحت نہ دیکھی اور صوبہ کشتواڑ کی طرف رجوع کیا۔ سرما کے ایام اپنے ملک میں بسر کئے اور موسم گرما میں چکار کے راستے سے لدیانہ کی طرف روانہ ہوئے اور یورپی لوگوں کے پاس چند ایام گزارے۔ کہتے ہیں کہ راجہ تیغ سنگھ چالیس ۴۰ سال تک حکمرانی کی تلوار کو تیز کئے ہوئے تھا۔ آخر کار اسکے قسمت کی گرمی آسمان کی طرف اڑی اور چہرہ نیچے کی طرف آیا۔ حکیم جمیل شاہ نے اسکے کھانے میں نشہ اور باہ وغیرہ بڑھانے والی دوائیں ملائیں اور اسکو دے دیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اسکے حکومت کا انتظام اسکی نارسائی کی وجہ سے متغیر ہوا۔ ایک دفعہ اپنے مصاحبوں سے بدظن ہوا یہاں تک کہ انتہائی جنون میں آکر دور سے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اگر وزیر لکھپت رائے ہمارے دربار میں پاؤں رکھے گا تو فوراً اس پر تلوار مار کر اسے عدم پہنچائیں۔ وہ بدکار اور تبہ کار کمین گاہ (چھپنے کی جگہ) میں بیٹھ کر موقعے کا انتظار کر رہا تھا۔ موقع پا کر راجہ کی اقتدا کی تیز تلوار کھینچی اور تین بار اس نیک خصلت کی بازو پر ناروا ضرب مارے۔ خدا کی مشیت سے ضرب اسکے جسم پر کارگر ثابت نہ ہوئے اور سلامت رہا۔ راجہ سپاہی کے اس بے حوصلہ گی سے غضبناک ہوا اور اسے تہ تیغ کیا اور حکم دیا کہ زخمی وزیر کو علاج و معالجہ کیلئے گھر لیا جائے۔ کچھ وقت کے بعد زخمی وزیر کے زخم کافی

مداوا سے ٹھیک ہو گئے اور اپنے قبایلوں سمیت بخواہ علاقے کی طرف چل پڑا۔ کچھ وقت وہاں گزار کر بھدرواہ کی طرف کوچ کیا وہاں چنبہ راجہ سے سرور باغ گاؤں (جاگیر کے بطور) پایا۔ وہاں سے اپنے منزلوں کو چھوڑ کر حضور پرنور اور سرکار ذوالاقتدار مہر تابان۔

رحم کا بغیر کنارہ سمندر
بالوں کو دو طرف رکھنے والا افسر جہاں پناہ
جوہر کی تلوار رکھنے والا اور گھاس کا دشمن
(جس کی) عقل اور دانشمندی گل وگلزار ہے

سری مہاراجہ گلاب سنگھ کے یہاں وزارت کے عہدے سے مشرف ہوا۔ جب راجہ تیغ سنگھ کے اطوار کی خبر سرکار کے کانوں تک پہنچی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ زمانے کے شہنشاہ سے حکمرانی اور کشتواڑ کے ملک کو تسخیر (فتح) کرنے کا ارشاد چاہا۔ شاہ (خورشید) نے اپنے سر پر ٹوپی رکھی اور حکم دیا کہ راجہ تیغ سنگھ کو ملک کشتواڑ سے بے دخل کیا جائے اور اپنے ملک کی حراست میں داخل کیا جائے۔ سرکار بختیار کامیابی کے فوج کی کثیر تعداد کے ساتھ وہاں سے ہلا اور ڈوڈہ کے مقام پر علم افروز ہوا۔ تیغ سنگھ نے جب یہ خبر سنی تو گھاس کے تنکے کی طرح جان کو تلوار کی طرح خم کر کے اپنے سر کو زانوں پر رکھ کر حیرانگی کے ساتھ سوچ میں پڑ گیا۔ کچھ وقت تک اپنے مدبر عقلمندوں سے سرد لوہے کے محاربوں کے خیالات کو کوٹ رہا تھا۔ آخر کار اس سے بہتر مصلحت نہ پائی کہ خود مہاراجہ زرین تاج کی خدمت میں چلا جائے۔ اسی ارادے سے کشتواڑ سے

گھوڑے پر چڑھ کر مطلق العنان ہوا اور سعادت مند کے قدموں کی خدمت سے بہرہ یاب ہوا۔ عاجزی کے حالات پیدا کر کے طرح طرح سے سرکار کی خدمت میں اس مضمون کے ساتھ انکساری پیش کی۔

جب دشمن دروازے سے عاجزی کے ساتھ آجائے
اچھا نہیں ہے کہ پھر اسکے ساتھ جنگ جوئی کی جائے

انصاف کی راہ میں آکر تلوار کو بیچ میں نہ لایا اور اسکو ہم رکاب کر دیا کشتواڑ میں اپنے آپ سے پہلے میاں چین سنگھ کو عمل کرنے کیلئے مامور کیا جموں کے دارالخلافہ کی طرف ہمایوں قسمت سے روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں مزارعان ڈینگہ ٹھل جن کا تعلق سراج سے تھا سرکشی پر اُتر آئے اور باغی ہوئے۔ اسکے بعد وزیر زورآور سنگھ کلوریہ کو ان بدخصلتوں کی سرکوبی کیلئے سرکار والا سے حکم صادر ہوا اور اس نے ان سرکشوں کو واقعی طور تنبیہ کی۔ سرکار والا جب اسکے انتظام سے باخبر ہوا تو کافی خوش ہونے کے بعد سراج اور اوڈیل کی کاروائی اسکے سپرد کی۔ اس زمانے میں چین سنگھ وغیرہ تبدیل (Transfer) ہوئے اور بستی رام کار پردازی کے لئے نامزد ہوا جس نے ظلم کے ہاتھ ہر طرح سے لوگوں پر لمبے کئے۔ یہاں تک کہ وقت کے غریب بھی اسکے ظلم سے تنگ آئے اور وزیر کلوریہ کے پاس دعوے دار ہوئے۔ باتدبیر وزیر نے میتہ بستی رام کے نام ایک نصیحت آمیز رقعہ جس میں تکلیف عام وغیرہ چیزوں کا ذکر کیا بھیجا۔ اس کالے دل والے نے اپنے عادات میں ذرا برابر بھی تبدیلی نہ لائی۔ چند ماہ گزرنے کے بعد وزیر موصوف جموں چلا گیا اور اسکے ظلم وستم کے حالات کی خبر سرکار کو دے دی۔

حضور پرنور سے کشتواڑ کا سرکار والا بھی اسکے تحت ہو گیا۔ان دنوں مختہ ملک جو مریوہ کا رہنے والا تھا سرینگر چلا گیا تھا وہاں مان سنگھ جو کشمیر کا صوبہ دار تھا سے مریوہ کے تصادت [59] کا عہدہ ٹھیکہ کی صورت میں حاصل کیا۔وقت کے غریبوں کو کافی ظلم پہنچاتا تھا پھر برخوردار ملک، دایم ملک اور ظفرلون اسکے ظلم سے بھاگ آئے اور اوتم پڈیار جو متا کا رہنے والا تھا دچھنہ اور یلمار کا کاردار بھی تھا کے ذریعے وزیر کلوریہ کی خدمت سے شرف یاب ہوئے اور تبت کو تسخیر (فتح) کرنے کی درخواست کی۔اسنے جواب دیا کہ تبت کا راستہ مریوہ کی طرف سے ہے۔اس سرزمین کو تصرف میں لینے سے پہلے وہاں کی سرزمین تک رسائی نہیں ہو پاتی۔اسکے بعد اسی ارادے سے کشتواڑ سے جموں آ گیا اور حال کی حقیقت کو حضور سرکار کے گوش گزار کی۔سرکار ذوالاقتدار مذکورہ وزیر کی ترغیب سے سری راجہ رنجیت سنگھ کے دربار سے مریوہ کے تصادت کے عہدے کی اجازت لی اور بعد میں وزیر موصوف نے تصادت کے عہدے کو اوتم پڈیار پر چھوڑ دیا اور خود چند سرداروں کو ساتھ لیکر لداخ روانہ ہو گیا۔سرکار کی قسمت سے ملک کو تسخیر کیا اور وہاں سے لوٹنے کے بعد راستے میں احمد شاہ جو اسکردو کا راجہ تھا اور اپنے والد سے رنجیدہ تھا کے ساتھ ملاقات ہوئی جس نے اسکردو کو تسخیر (فتح) کرنے کی التجا کی۔وزیر راضی ہو گیا اور کہا کہ میں دوسری دفعہ سرکار سے اجازت لے لوں گا اور اسکے بعد آپ کے وعدے پر عمل کروں گا۔پھر جکر کے راستے سے آ کر آمنے سامنے آئے اور ملک کو اپنے تصرف میں لے لیا وہاں سے پاڈر میں داخل ہوا اور زور بازو سے راجہ چنبہ سے وہ علاقہ بھی حاصل کیا پھر کشتواڑ آ گیا۔جب کشتواڑ میں ماضی کے راجوں کے قوانین

ے کے مطابق مالیہ کے لئے کوئی قانون مربوط نہ تھا تو اسکا معائنہ کر کے سرکار والا کو رپورٹ پیش کی۔ جناب پاک (حکمران) سے زمین کی پیائش کا حکم صادر ہوا جسکے مطابق عقلمند وزیر نے زمین کی پیائش کرتے ہوئے فی گماء ابتداء میں آٹھ آنہ سے لیکر ایک روپیہ ڈبل زمین کی اقسام کی تشریح کے مطابق مالیہ مقرر کیا اور رعایا کی داد و فریاد سنتا رہا۔ ایک سال ختم ہونے اور معاملہ وصول کرنے کے بعد سرکار کی خدمت میں پہنچا۔ اسکی خدمات سے مہاراجہ عالی تبار کافی خوش ہوا اور اسکی نیک خصلت کا ذکر سری مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں کیا اور انعام و اکرام کی توقع کروائی۔ زمانے کے شہریار جس کو کافی وقار حاصل ہے کی قدردانی سے دوبارہ مختہ ملک جو مریوہ کا رہنے والا تھا سفارت سے مفرور ہوا تھا اور مریوہ کے راستے سے تبت چلا گیا اور اسکردو کو فتح کر کے جموں آیا۔ وہاں چونکہ دلاوری اور مردانگی بحداتم رکھتا تھا ملک گیری کا خیال اسکے ذہن سے دور نہ ہوا۔ پھر چاہا اور سرکار سے فوج ولشکر لے کر بھدرواہ کو تسخیر کر کے اس سرزمین کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ وہاں سے کشتواڑ کی طرف رجوع کیا اور کشتواڑ اور بھدرواہ کو اپنی لگام میں لے آیا۔ ملک لداخ سے چامنتھان کے راستے سے بھوت نگر جو لاس میں واقع ہے اس ملک کو فتح کرنے کے غرض سے ساون کے مہینے میں داخل ہوا جو کچھ لاس کے جنگ سے ہاتھ آیا اپنے گھروں کو پہنچایا اور جو انکو سود اور جاگیر سرکار سے عطا ہوا آج تک اسکا پھل کھا رہے ہیں۔ قدرت کی مرضی سے لاس میں برف پڑی اور وزیر کلوریہ کی فوج برف کے نیچے غرق ہوئی اور لاس کے لوگوں نے وقت غنیمت جان کر یک بار حملہ کیا بعض کو قید کیا اور بعض کو وہیں قتل کر دیا۔ وزیر زور

آور سنگھ بھی وہیں تلوار کے نیچے آیا۔ اس کے بعد پہاڑ جیسا وقار رکھنے والے سرکاری جگہ پر کام کرنے والے مامور ہوئے۔

.........تمام شد.........

☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ ضیا سے مراد وہ روشنی ہے جو نور سے افضل اور بہتر ہے۔ واضح رہے کہ ''سنا'' اس روشنی کو کہتے ہیں جو نور سے کمزور ہے اور ''ضیا'' وہ روشنی ہے جو نور سے افضل اور قوی تر ہے۔

۲۔ نسر کے معنی کرگس اور گدھ بھی ہے اسکے علاوہ ایک بت کا نام بھی ہے۔

۳۔ فرسخ، تین میل کی مقدار اور ہر میل چار ہزار گز کے برابر۔

۴۔ باقی دو گاؤں کا ذکر مطبع کتاب میں نہیں ہے۔

۵۔ اشکبوس ایک پہلوان کا نام ہے جو افراسیاب کی مدد کیلئے آیا اور رستم کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

۶۔ طوس فلاطوس کے رہنے والوں کو کہتے ہیں۔ فلاطوس کے رہنے والے عقلمند اور ہوشیار ہوتے ہیں۔

۷۔ تین میل ایک فرسخ کے برابر ہوتا ہے۔

۸۔ بادلی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو باول کے رہنے والے ہیں اور باول ریشمی کپڑے بننے میں مشہور ہیں۔ لیکن یہاں باول بطور نگہبان آب آیا ہے۔

۹۔ صفحہ ۱۶ پر اس لفظ کا مطلب لغت سے دستیاب نہ ہوا۔ ممکن ہے کہ کاتب کی غلطی ہو یا پھر کشتواڑی زبان میں لوگوں کے جھنڈ کو کہتے ہوں۔

۱۰۔ چوگان کا مطلب ڈنڈا بھی ہے جو آسا جیسے ہوتا ہے لیکن یہاں جگہ کے نام سے مستعمل ہے۔

۱۱۔ بہشت برین: جنت کا ساتواں درجہ۔

۱۲۔ شجر طوبیٰ: جنت کا ایک پاک اور خوشبودار درخت جسے کئی قسم کے میوے دستیاب ہوں گے۔

۱۳۔ بہادرون: مہینے کا نام۔

۱۴۔ اشوج: مہینے کا نام کشتواڑی زبان میں۔

۱۵۔ چتر مہینے کا نام جسکو کشمیری میں ژتھر کہتے ہیں۔

۱۶۔ مجاور آستان کے ہمسایوں کو کہتے ہیں جنکو کشمیری میں ریش کہتے ہیں۔

۱۷۔ زُدا بمعنی صاف کرنے والا، پاک کرنے والا لیکن یہاں سے مراد پاک اور صاف ہونے کا غم۔

۱۸۔ داؤد علیہ السلام ایک پیغمبر کا نام ہے جو اپنی خوش آواز کی وجہ سے معروف ہیں۔

۱۹۔ دیجی کشتواڑ کی زبان میں اس برتن کو کہتے ہیں جس میں کھانا پکایا جاتا ہے۔

۲۰۔ تاو گرام کرنے کو کہتے ہیں۔

۲۱۔ ستر دری اور منڈ ورو ٹی کی قسمیں ہیں۔

۲۲۔ ایک میوہ کا نام ہے۔

۲۳۔ قلعہ کا ایک افسر۔

۲۴۔ وہ قانون جو لکھا ہوا ہو۔

۲۵۔ ترنج ایک میوہ کا نام ہے۔

۲۶۔ زمین کھودنے کا آلہ۔

۲۷۔ دھوپ کے معنی گھاس پھوس ہو سکتے ہیں واللہ اعلم۔

۲۸۔ پٹھ۔

۲۹۔ چنل ،لداخ کی بکری کا نام ہے یہاں مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی پست قد۔

۳۰۔ بکریوں کی ریوڑ کو کہتے ہیں۔

۳۱۔ پشمی درکلاہ نداشت: محاورہ ہے جسکے معنی یہ ہے کہ اسکے پاس کوئی اور دولت نہ تھی۔

۳۲۔ گدارا چو حاصل شود نان شام۔ چنان خوش بخسپد کہ سلطان شام

۳۳۔ کثیر جماعت (کافہ بہت سب، ہمہ اور غفیر بڑا گروہ)۔

۳۴۔ زرد آلوں کے درختوں کا چمن۔

۳۵۔ ایک جگہ کا نام۔

۳۶۔ ربع مسکون خشکی کے چار حصوں کو کہتے ہیں۔

۳۷۔ وجہ تسمیہ، پس منظر۔

۳۸۔ کاکل زلفوں کو کہتے ہیں۔

۳۹۔ رعد: آسمان گرج۔

۴۰۔ نائرہ۔

۴۱۔ برگ بمعنی پتہ۔

۴۲۔ ترنج وہاں کے میوے کا نام ہے۔

۴۳۔ درہ: دو پہاڑوں کے درمیان کا راستہ۔

۴۴۔ خزیدن: پیٹ کے بل چلنا۔

۴۵۔ مسلول انکو کہتے ہیں جو مرض سل میں مبتلا ہوں۔

۴۶۔ عبور کرنا یعنی پار کرنا۔

۴۷۔ حصار بمعنی قلعہ۔

۴۸۔ سیخ بجاماند و کباب راخلل نہ آید۔ یعنی سیخ بھی اپنی جگہ رہے اور کباب کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔

۴۹۔ توغ جنگلی لکڑی کو کہتے ہیں اور تغارہ برتن کو کہتے ہیں۔

۵۰۔ فتح۔

۵۱۔ تریزہ کڑھائی کو کہتے ہیں جو دامن میں لگائی جاتی ہے۔

۵۲۔ چونکہ راقم بھا گا زبان نہیں جانتا اسلئے یہ اشعار من وعن نقل کئے جاتے ہیں۔

۵۳۔ یہاں پر گمان ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے عقیدے کے مطابق خانقاہ معلی کی مدد سے حاصل ہوگی۔
واللہ اعلم۔

۵۴۔ مومی الیہ کا مطلب ''وہ ہے''یعنی اشارہ کیا جاتا ہے مذکورہ بادشاہ کی طرف۔

۵۵۔ مستطاب بمعنی پاکیزہ۔

۵۶۔ مجاور بمعنی خادم۔

۵۷۔ معاجین کا لغوی معنی مخلوط، ملا ہوا اور مہی کا مطلب Provocative ہے لیکن یہاں کسی کھانے کی
چیز کے بطور استعمال ہوا ہے۔

۵۸۔ گواری ایک قسم کا غلہ ہے۔

۵۹۔ مالیہ جمع کرنے والے کا عہدہ۔

۶۰۔ گیہان کسی لغت سے دستیاب نہ ہوا البتہ بمطابق شعر گمان گزرتا ہے کہ مصنف نے بطور لقب
استعمال کیا ہے۔

کرد از لفظ کن جہاں پیدا — عقل در قدرتش شدہ شیدا [۱۹]ص
کی چو من بی خرد ز راہ گمان — یا بد اندر صفات او پایان

☆☆☆

اعنی گیہان [۶۰] بندہ پرور — دارای داد گستر [۲۰]ص
شاہ جہاں مباہ دوران
زیب اورنگ جہان گیری — متمکن مسند دلپذیری
عالم گیر بخت بلند — شہنشاہ فیروز مند
ابر سمای سخاوت — ببر صحرای سجاعت
اکبر ترین سلاطین بافرو منسک — سری مہاراجہ رنبیر سنگھ
کہ از سہمش مریخ بقوس چلہ نشین است — واز تابش آفتاب عرق برجبین است
بدر بدر بارش مانند ہلال سرخم — زہر از ترنم حسن اذ کارش در نغم
ذنب بر امرش راس نہادہ — عطارد یک قلم خط بندگی در دادہ
سہا از نوازش ساطع — نسر طایر در امورش واقع
برجبیں در جنابش مشتری خدمت — زحل دہل نواز باب الدولت

☆☆☆

ہست از فضل کرد گار معین — بندۂ حکمش اسمان و زمین [۲۱]ص
جان دنیا ز بذل او خرم — نام کسریٰ ز عدل او برہم
داد پیشدیان ربودہ زیاد — در جہان داد معدلت در داد

☆☆☆

ش- شنیدم چو احوال این سرزمین | ی- یقینم بخوبی نهد دل نشین ۴۲ص
و- ورق چیدم از قیل وقال چنان | ہ- ہوس را گہی رہ ندادم بدان
ج- جنیب چو راندم بر اصل سخن | ی- ید ہمت افراشتم در زمن
پ- پی فکر تاریخ روز و شبان | ن- نکردم بیک لخظ آرام جان
د- دل از شغل دیگر بہ پرداختم | ت- تمنای این کار در ساختم
و- دمادم بہ ترتیب این داستان | ر- رسالہ بر آراستم بی گمان

زہر مصرعی حرف گیرای علیم | کنی فہم نامم زرای سلیم

☆☆☆

گدا را چو حاصل شود نان شام | چنان خوش بخسپد کہ سلطان شام ۴۴ص

☆☆☆

دوا گر بود جملہ آب حیات | وفا کی کند چونکہ باشد وفات ۵۷ص

☆☆☆

دردا کہ درین سوز و گدازم کس نیست | ہمراہ درین راہ درازم کس نیست ۶۱ص
در قعر دلم جواہر راز بسی است | اما چہ کنم محرم رازم کس نیست

☆☆☆

دولا از لب بلا کردی چہ کردی | قدم چون لا ز لا کردی چہ کردی ۶۵

الا ای لالہ رُخ ز آن سرو بالا — قیامت ہا بپا کردی چہ کردی

مسی را زر نمودن از ہنر نیست — زری را خاک کردن کیمیائی است

ز قید این و آن رستن رہائی است — ز خود بیگانہ گشتن آشنائی است

چو نخل اندر زمستان باش عریان — لباس پارسائی خود نمائی است

ہمت می خورم سوگند یاران — طلب گر از خدا باشد گدائی است

☆☆☆

بہار زعفران اندر چمن بہ — نشاط عیش دان اندر وطن بہ ص۷۲

☆☆☆

چشم ستمگر کہ بخون در کمین نشست — تیغ کشید بر سر مردان دین نشست ص۷۳

باروی آتشین چو گذشتی ببوستان — گل راز انفعال عرق بر جبین نشست

☆☆☆

ای دل سروکار با کریم است مترس — لطفش چو خدایش قدیم است مترس ص۷۴

از کردہ و ناکردہ و نیک و بد ما — بی سود و زیان است چہ بیم است مترس

آنم کہ علم بہ پر گناہی شدہ ام — چو خامہ ہمیشہ در سیاہی شدہ ام

عمری ہمہ در عین تباہی شدہ ام — تا در خور رحمت الٰہی شدہ ام

☆☆☆

شاہ شجاع الملک — تیغ سنگھ

لب میگون یار را عشق است — بادۂ خوش گوار را عشق است ص۸۰

ابر بدمست و نار در فریاد سنبل مشکبار را عشق است
آہ من جاگرفت در دل ماہ جگر داغ دار را عشق است

شجاع الملک

گفتم تو گل وحوروپری گفت ہرسہ گفتم صنم وماہ وخوری گفت ہرسہ
گفتم کہ چہ دل رابہ نگاہی بربودی دزدی دغلی سحر گری گفت ہرسہ
گفتم کہ چنین قامت رعنا کہ تو داری سروی الفی نخل تری گفت کہ ہرسہ
گفتم کہ بآن نطق ولب ولعل شکرریز قندی عسلی یاشکری گفت کہ ہرسہ
گفتم بدوگیسوی پریشان سیاھت وامی رسنی مشک تری گفت کہ ہرسہ
گفتم زشجاع آنکہ ربودی دل ودانش حوری ملکی یابشری گفت کہ ہرسہ

☆☆☆

راجہ تیغ سنگھ

بدست ناز بکشاید نقاب از رخ چو ماہ من دلم چو غنچہ واگردد صبا باشد گواہ من ص۸۱

☆☆☆

مہر تابان معدلت بحر بیکران مکرمت ص۸۳
افسر تارک جہاں پناہی جوہر پلارک دشمن کاہی
گل وگلزار دانش و فرہنگ سری مہاراجہ گلاب سنگھ

☆☆☆

چو دشمن بعجز اندر آید زدر نباید کہ پرخاش جوی دگر ص۸۴

فرہنگ

آ

آبدان۔تالاب

آخرالامر۔آخرکو،اس بات کا آخر

آسیا۔آٹا پیسنے کی چکی

آش۔شوربا، پتلی شے جو پکی ہوئی ہو

آماج۔نشانہ تیر کا، یا بندوق کا

آنی۔منسوب، آن سے یعنی وہ ہندی میں وے

آہو۔ہرن

ا

ابتہاج۔خوشی، شان وشوکت

احتراز۔بچنا، پرہیز کرنا

احیاناً۔اتفاقاً

ادوار۔جمع دور

ارتفاع۔اونچا ہونا، بلند ہو، نفع

اردواہ۔لشکر

ارغنون۔باجہ کا نام

ازمنہ۔جمع زمانے کا

اذعان۔فرمانبرداری

ازمیان ربودن۔نابود کرنا

اسامی۔جمع الجمع اسم کا

استغاثہ۔مغیث، جواب پوچھنا

اشربہ۔جمع شراب کی، شربت

اشوج۔آخری مہینہ سال کا

اطفا۔بجھانا Extinguish

اظہر من الشّمس وابین من الامس۔سورج سے چمکدار اور گزرے ہوئے دن سے بہتر

امم۔جو سب جگہ ہو، جسے سب لوگ جانتے ہوں

اعنی۔قصد کرنا

اقل۔ بہت کم،تھوڑا،قلیل

اقتضا۔ خواہش

اکل۔ کھانا،میوہ کسی درخت کا

التیام۔ زخم بھرنا،مرہم

امساک۔ بند کرنا،منع کرنا،بخل کرنا

اناس۔ لوگ

انجاح۔ بہت مناسب

انقضا۔ پورا ہونا،گزرنا

انصرام۔ مکمل،پورا،اختتام

انفعال عرق۔ شرمندگی کا پسینہ

اوضاع۔ جمع وضع،حالت

اورنگ۔ تخت شاہی،عقل ودانش

ائتلاف۔ الفت کرنا،محبت،دلبستگی

ب

بار۔ بڑا نیک،کشتواڑ میں ایک جگہ کا نام

بارہ۔ حصار،قلعہ،دیوار قلعہ کی

باز۔ ایک جانور کا نام

باشہ۔ ایک جانور کا نام

باگر۔ ایک جانور کا نام

باؤلی۔ کنواں،ایک شہر کا نام جہاں ریشمی کپڑا بنتا ہے

بجان آمدن۔ تنگ آنا

بدر۔ چودھویں چاند

بدکیش۔ بدخصلت

برجیس۔ ستارہ مشتری

بزغالہ۔ پہاڑی بکری کا بچہ

بساط۔ پھیلا ہوا

بسط۔ گسترده کرنا،فراخ کرنا،وسیع کرنا

بسیط۔ گسترده،پھیلا ہوا

بعدالحاق۔ دور سے ملحق

بطون۔ جمع بطن کی

بوزینہ۔ بندر

بنصر۔ چھوٹی انگلی

بوقلمون۔ رنگارنگ،ایک آتش دان روہیوں کا جو رنگارنگ تھا

بہادرون۔ سال کا ابتدائی مہینہ

بیاض۔سفیدی

بیوت۔جمع بیت۔گھر

پ

پاکوبی۔ناچنا،گھت مارنا

پرگنہ۔ضلع کاایک حصہ،علاقہ

پشک۔گربہ،بلی

پلارک۔تلوار

پیچبر۔ایک جانور کانام

پیچیدن۔موڑنا،لپیٹنا

ت

تاریب۔سرکوبی

تارک۔ترک کرنے والا،بالوں کے درمیان کی لکیر

تاو۔گرمی

تراخی۔دامن لباس

ترنج۔بوٹے کانام،ایک میوہ کا بھی نام جو نمبوں جیسا ہوتا ہے

تغابن۔فریب،دھوکہ

تغار۔برتن جس میں کھاناپکاتے ہیں

تفتیح۔فتح،کامیابی

تفرج۔کشائش،خوشحالی،تماشا

تفنن۔شاخ شاخ ہونا،گونہ گونہ ہونا

تقلیل۔کسی کے سرپرتاج رکھنا،چمکنا،جنگ میں بددل ہونا،کوشش کرنا

توغ۔وہ لکڑی جسکوروشنی کیلیئے جلاکراستعمال کرتے ہیں

تمادی۔کشیدگی،درازی،لمبائی

تہور۔بہادر

تہورنشان۔منہدم کیاہوا

ج

جادہ۔پگڈنڈی

جدار۔دیوار

جدال۔جنگ،جدل کی جمع

جذیب۔تنگ سالی،کسی کاعیب کرنا

جرار۔زبردست،طاقت ور

جزیل۔بدلہ

جلیب۔گھوڑا

جود۔احسان

جور۔ظلم وستم

جوف۔شکم

جماہیر۔جماعت،مجتمع

جمہور۔لوگ،اجتماع

چ

چاپن۔ایک جانور کا نام

ح

حصنی۔قلعہ

حفیض۔نیچے

حمل۔بوجھ،بھیڑ،بکری یا ہرن کا بچہ

حیر۔اوپر

خ

خانی۔چھوٹا حوض

خرس۔ریچھ کا بچہ

خروس جنگل۔جنگلی مرغ

خصمان۔دشمن

خوک۔سور،مشہور حیوان

د

دجھی۔دیگچہ

دریوزہ گر۔بھیک مانگنے والا

درہ۔دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی

دو۔بیابان

دوار۔پھیرنے والا،گھومنے والا

دولا۔خمیدہ،جھکا ہوا

دھات۔جمع دہ،بمعنی گاؤں

دیبا۔ایک قسم کا ریشمی کپڑا/لالٹین

دہل۔ڈھول

ذکور۔بمعنی اذکار،جمع ذکر

ذل۔نرمی

ذنب۔دم،پونچھ،ذنب الفرس ایک ستارہ کا نام

ر

راس۔کسی شخص یا چیز کی سربلندی

رایان۔رای،قدیم زمانے میں ہندی حکمرانوں وزیروں اور امیروں کا لقب

رایت۔جھنڈا

رجاء۔امید،بھروسہ

رجو۔مردی

رخنہ۔سوراخ،رکاوٹ

رسنی۔بازی گر

رعشہ۔لرزہ

رقیمہ۔لکھی ہوئی شے

روزگار۔زمانہ،مدت،فرصت،نوکری،پیشہ

رہ داشتن۔حفاظت،راہ،کسی کا انتظار کرنا

ریاح۔جمع ریح کا

ز

زحل۔ساتویں آسمان کا ستارہ

زدا۔صاف کرنے والا،پاک کرنے والا

زنبور۔شہد کی مکھی۔Bee

زہ۔نطفہ،بچہ،فرزند

زہ۔شاباش،مرحبا

ژ

ژیان۔مضبوط،طاقتور

س

ساطع۔چمکتا ہوا،بلند

ستودہ۔تعریف کیا گیا

سپری ساختن۔مکمل کرنا،پورا کرنا

سراج۔چراغ،روشنی

سرین۔چوتڑ

سقیمان۔سقیم کی جمع بمعنی مریض

سُقم۔بُرائی،دکھ،تکلیف

سُکان۔جمع ساکن،رہنے والے

سلاح۔ہتھیار،سامان

سنگین پیرامون۔سنگین گرداگرد،سنگین ماحول

سوادالاعظم۔بڑا شہر

سوزانیدن۔جلانا کسی کے ذریعے

سوزن۔سوئی

سنوح۔سُننا

سوس۔دیمک کپڑا کھانے والا

سُہا۔نام ایک باریک ستارہ کا نام

سہم۔تیز،کڑی،ڈر،خوف

سیّار۔سیر کرنے والا

سیف۔تلوار

ش

شاخہا۔حیوان کا سینگ،ٹہنی،کپڑے کا ٹکڑا

شاشیدن۔پیشاب کرنا

شاھین۔ایک جانور کا نام

شتا۔(موسم)سرما

شتاوت۔جلدی

شائم۔سونگھنے والی خوشبو

ص

صاعقہ۔گرج

صانع۔کاریگر

صعب۔دشوار،مشکل

صعوبت۔صعب کی جمع،دشوار

صعود۔اوپر

صوب۔طرف،جانب،سیدھا چلنا

صمصام۔تلوار

صیت۔شہرت

صیف۔(موسم)گرما

ض

ضیا۔روشنی جو نور سے قوی تر ہے اور نور سے کمزور روشنی سنا کی ہے

ط

طرفۃ العین۔پلک جھپک میں ایک ہی مرتبہ، مراد تھوڑا سا زمانہ

طریزہ۔نقش نگار والے

طواحن۔ڈاڑھ

طوعاً و کرہاً۔فوری،جلدی

ع

عامر۔آباد

عالم ہیولانی۔عالم اجسام کا

عجوزہ۔بوڑھی عورت

عرصہ بام۔چھت کا کنارہ،دریچہ

عروہ۔ہر چیز کا گوشہ،پکڑنے کا حصہ

عفریت۔قضا

عقل۔فرشتہ

عقوبت۔عذاب،دکھ

غ

غبراء۔گردآلودہ،خاکی رنگ،زمین

غرا۔چمکنے والی چیز

غرفہ۔چلو سے پانی اُٹھانا

غیم۔وہ بادل جو آسمان کو چھپالے

ف

فرحناک۔صحت مند،خوشبخت

فرسخ۔تین میل اور ہر میل چار ہزار گز

فرط۔کافی،زیادہ

فرطندم۔انتہائی ندامت

فسخت۔فراخی کی جگہ

فلاطوس۔نام ایک شہر کا جہاں کے لوگوں کے
بارے میں عقلمندی کا شہرہ ہے

فلک۔کشتی

فواد۔دل،قلب

ق

قاشک۔چمچہ

قباب۔جمع قبہ کی

قریہ۔گاؤں

قشون۔فوج

قمرا۔چاندنی

قوس۔کمان،دائرے کا ٹکڑا،نام ایک برج
آسمان کا

ک

کافۂ انام۔سب لوگ،مجتمع،سب آدمی

کامگار۔کامیاب،مقصدوالے

کاویدہ۔کھوداہوا

کبک۔جانور کا نام

کتفین۔کاندھا،شانہ،پشت

کرت۔نوبت،باری،دفعہ

کرتھ۔ایک جانور کا نام

کرک۔چوپایہ کا نام،مخفف کرگدن کا

کروہ۔دوکلومیٹر ایک تہائی میل کا

کلہ۔سر

کلہ زنی۔دھکا دینا

کلند۔لوہے کا آلہ جس سے زمین کھودتے ہیں

کلہداری۔سرپرستی

کیش۔Checkmate

کیل۔ایک جانور کا نام

کیل۔پیمانہ

گ

گوزن۔ہرن،آہو

گوند۔ایک جانور کا نام

ل

لامع۔روشنی،چمکتا ہوا

لمس کردن۔چھونا

لمعہ۔روشنی

لمعان۔چمکنے والے

لولہ۔پائپ

م

مآثر۔Memories

مالا۔جمع مال،دولت

مامون۔امن والا

مالیخولیا۔depression

مامن۔امن کی جگہ،سکونت

مایدہ۔خوان

مباہ۔ناز کرنا،فخر کرنا

مبہیہ۔باہ بڑھانے والی دوا

مبہی۔Provocative

مبین شدن۔ظاہر ہونا

متکاترہ۔زیادہ ہونے والا

متوافرہ۔وافر مقدار میں،کافی

متواری ماندن۔بھاگتے رہنا

متمکن۔مکان لینے والے،باشندے کسی شہر کے

متمردان۔سرکش،نافرمان

مجاور،ہمسایگی کرنے والے آستان کے

مجوب۔جواب دہندہ

محابا۔Angry

محازی۔آمنے سامنے مقابلہ کرنے والے

محروسہ۔حراست میں رہنے والے

مخاصمت۔دشمنی

مدور۔گول

مذبور۔لکھی ہوئی شے

مرام دل۔آرام دل

مرطوب۔بھیگا ہوا

مروحش۔خوشی،راحت،آسائش

مزاریحان۔کھیتی کرنے والے

مسالک۔مسلک کی جمع،راستے

مسبوق۔سابقہ

مستحسن۔احسان کیا گیا،پسندیدہ

مستطاب۔پاکیزہ

مستول۔زورآور،غالب،کسی پر غلبہ پانے والا

مسطح۔سطح میں لایا گیا

مسکرات۔نشہ پیدا کرنے والی دوائیں

مسواد۔مسودہ

مشاکل۔ہم شکل

مشحون۔بھرا ہوا،زیادہ تعداد

مشوش۔تشویش میں

مصاف۔میدان جنگ کی صف میں

مصری۔قند،شکر

معقول۔Polished

مصون۔محفوظ

مطاوعت۔تابعداری

معاتبت۔Reprove

معاجین۔مخلوط

معاندان۔دشمن

معاودت۔رجوع،لوٹنا

معجونات۔مرکب دوا

معرا۔ظاہر،ناپوشیدہ

معلول۔علت والا،سبب کیا گیا،وجہ بنی ہو

معہود۔وعدہ کیا گیا

معنبر گوئی۔مشک دار چیز،اچھی باتیں کرنے والا

مفتنان۔فتنہ پرور

مفرور۔فرار شدہ

مفلوج۔فالج زدہ

مکتفی۔کافی،اکتفا کیا گیا

ملون۔رنگ برنگ کیا گیا،رنگ آمیز

ممتد۔کشیدہ،دراز

ممر۔گزرنے کا راستہ،گزرنے کی جگہ

مملو۔بھرا ہوا

مناہج۔راستے،اسکی جمع منہج ہے

منصہ۔پیشانی

منوال۔شکل،طریقہ،طرز

منیر۔منور کیا گیا،روشنی

مواش۔مویشی،جانور

مورث۔وراثت دار

موفور۔وفور،کافی

موفی۔اشارہ کسی چیز کی طرف

میانجی گر۔Betweener

مینگنی۔بکری وغیرہ کا فضلہ

ن

ناحصور۔بے حد،بغیر حصار میں،آزاد

نبات۔ہری گھاس،پیڑ پودے

نبیرہ۔پوتا

نزار۔ذلیل

نزہت۔شادی،خوشی

نزہت گاہ۔سیر و تفریح کی جگہ

نذر۔پیمانہ،عہدہ

نسایم۔نسیم کی جمع صبح کی ہوا

نسر۔نام ایک بت اور جانور کرگس

نسناس۔جنگلی آدمی

نصار۔عیسائی

نضارت۔خوشی،شادابی،آبداری

نقاران۔نقارہ بجانے والے

نقالان۔نقل کرنے والے

نکاسہ۔نکلنے کی ندی یا جگہ

نمط۔بچھونا،فرش،بساط

نہجی۔راہ راست،راستے

نہضت،حرکت،تحریک

نیران۔سورج کی گرمی،تپش

نیل۔ایک جانور کا نام

و

واجب الاذعان۔قبول کرنے کے لائق

وامی ۔ رنگیلا

وجوہ ۔ وجہ کی جمع

وضوح ۔ Clearness

ہ

ہرتنی ۔ ہر انسان

ہم سلک ۔ ہم مسلک، ہم راستہ

ہیولی ۔ ہر شے کی اصل ماہیت، مادہ اصلی

ی

یبوست ۔ خشکی

یمن ۔ خیر و برکت

یورش ۔ حملہ

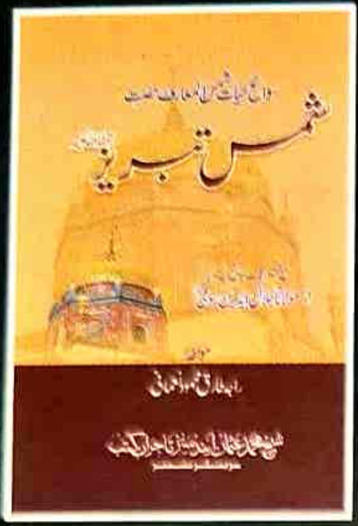

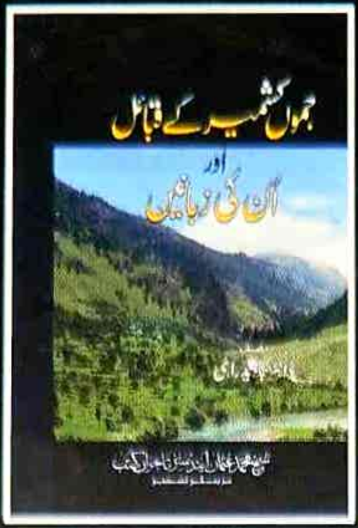

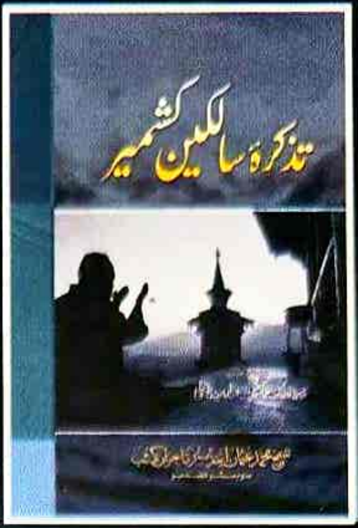

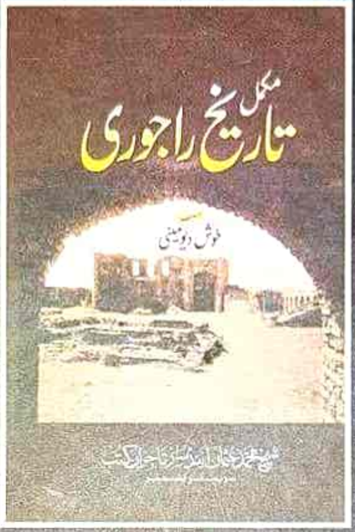

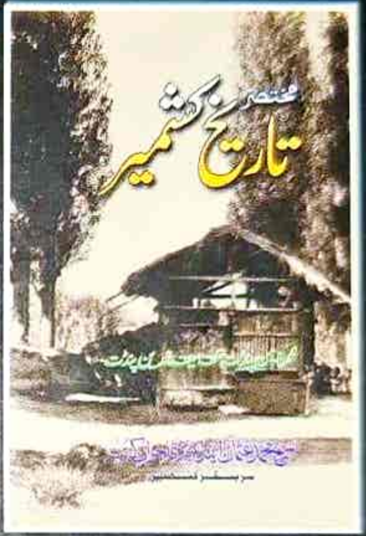

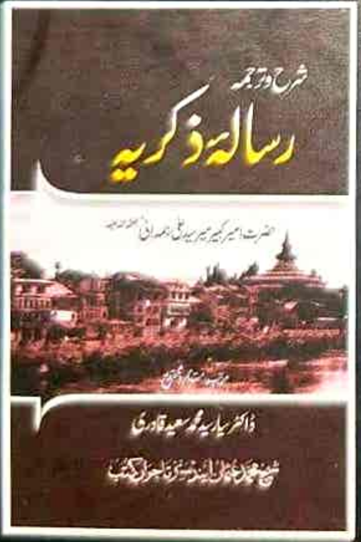

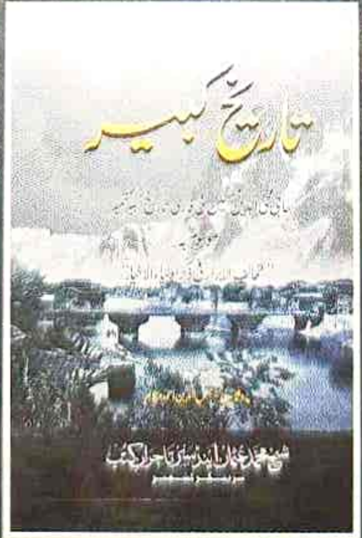

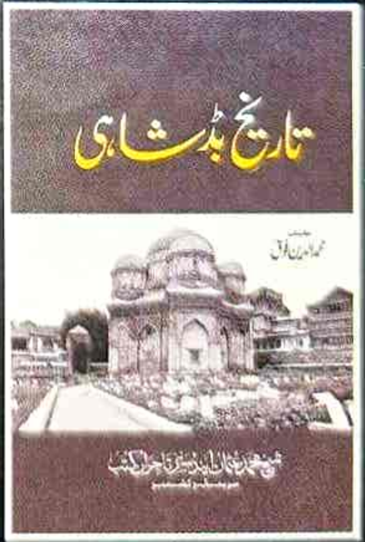

SHEIKH MOHAMMAD USMAN & SONS
Residency Road Srinagar-190001, Kashmir
Madina Chowk Gow Kadal, Srinagar-190001, Kashmir
www.gulshanbooks.com www.gulshanbooks.net
gulshanpub@rediffmail.com chairmangulshan@gmail.com

ISBN: 978-81-8339-274-7
9 788183 392747

Rs. 195/=